ISSN: 2410-9843
مسلسل اشاعت کے 22 سال
www.muqaami.pk

MONTHLY Muqaami Hakoomat LAHORE

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر بلال ظفر

مینیجنگ ایڈیٹر
نعیم ثاقب

ماہنامہ
مقامی حکومت
لاہور

263 | جلد نمبر 22 | شمارہ نمبر 11 | اگست 2025ء

پاکستان کی تاریخ کی سب سے بڑی انتظامی اصلاحات کی تیاری

نئے صوبوں کی تشکیل پر غور!

پاکستان کا نیا انتظامی نقشہ کیا ہوگا؟

ڈاکٹر بلال ظفر

پاکستان میں نئے صوبوں کے قیام کی بحث ایک بار پھر زور پکڑتی نظر آ رہی ہے گو کہ یہ بحث کوئی نئی بات نہیں ہے۔ وقتاً فوقتاً نئے صوبوں کے قیام کے حوالے سے کبھی انتظامی اور کبھی سیاسی مطالبات سر اٹھاتے رہتے ہیں۔ لیکن حالیہ سیاسی تبدیلیوں نے اسے ایک نئی زندگی بخش دی ہے۔ فاٹا کے علاقوں کے

کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ وہاں کے عوام کو محسوس ہوتا ہے کہ ان کے مسائل صوبائی دارالحکومت تک پہنچنے سے پہلے ہی دم توڑ دیتے ہیں۔ صوبائی دارالحکومت سے ہزاروں کلومیٹر دور بیٹھا ایک عام شہری یہ سمجھتا ہے کہ اس کی آواز اس کے اپنے صوبے کی حکومت تک نہیں پہنچ پاتی۔ یہی وہ بنیادی محرک ہے جو جنوبی پنجاب، ہزارہ اور دیگر خطوں

دنیا کے کئی ممالک نے اپنی انتظامی حدود کو دوبارہ ترتیب دے کر گورننس کے مسائل حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

کے وسائل تو مرکز کی جانب منتقل ہوتے ہیں لیکن بدلے میں انہیں ترقی کے مناسب منصوبے، صحت اور تعلیم کی سہولیات میسر نہیں آتیں۔ اس

کے متوازی جنوبی پنجاب کے خطے میں بہاولپور کے عوام بھی اپنے تاریخی صوبے اور ریاست بہاولپور کی بحالی پر مصر ہیں۔ خیبر پختونخوا میں ہزارہ صوبے کا مطالبہ بھی زور پکڑ رہا ہے، جہاں ہزارہ ڈویژن کے عوام اپنے آپ کو محروم اور نظر انداز شدہ تصور کرتے ہیں اور خود کو پشاور کی حکومت سے الگ تھلگ محسوس کرتے ہیں۔ وہاں کے لوگ اپنی الگ ثقافتی اور لسانی شناخت رکھتے ہیں اور اسے سیاسی طور پر تسلیم کیے جانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

خیبر پختونخوا میں انضمام کے بعد یہ موضوع دوبارہ شدت اختیار کر گیا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی مختلف ادوار میں انتظامی ڈھانچے کی از سرِ نو تشکیل کی کوششیں ہوئیں، لیکن یا تو ان پر مکمل عمل درآمد نہ ہو سکا یا پھر ان کے نتائج نے نئے مسائل کو جنم دیا۔ نئے صوبوں کے قیام کی یہ بحث درحقیقت ہماری ریاست کی بنیادی ساخت، انتظامیہ کی کارکردگی، اور عوام کے مسائل کے حل سے براہِ راست جڑی ہوئی ہے۔ بڑے صوبوں کے دور دراز علاقے اکثر ترقی

میں نئے صوبے کے قیام کی تحریکوں کو ہوا دے رہا ہے۔ جنوبی پنجاب میں سرائیکی صوبے کی تحریک اس وقت سب سے نمایاں ہے، جو لسانی شناخت اور ثقافتی تحفظ کے ساتھ ساتھ انتظامی سہولت کے دلائل رکھتی ہے۔ اس خطے کی بات کی جائے تو وہاں کے عوام کا ماننا ہے کہ لاہور کی حکمران اشرافیہ نے ہمیشہ سے ترقی کے وسائل پر اپنا قبضہ جمائے رکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کے علاقے

(بقیہ صفحہ نمبر 2)

نئے صوبوں کے قیام سے معاشی ترقی اور بہتر طرزِ حکمرانی ممکن ہے: میاں عامر محمود

"پاکستان 2030۔ چیلنجز، مواقع اور نئے راستے" کے عنوان سے پنجاب یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن میں منعقدہ سیمینار سے خطاب

نعیم ثاقب

پنجاب گروپ آف کالجز کے چیئرمین میاں عامر محمود نے کہا ہے کہ پاکستان میں نئے صوبوں کا قیام انصاف تک بہتر رسائی، محصولات میں اضافے اور معاشی ترقی کی رفتار کو تیز کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ وسائل کی کمی نہیں بلکہ قیادت کے فقدان اور ناقص طرزِ حکمرانی نے ملک کو مسائل میں گھیر رکھا ہے اور اگر ڈویژنز کو صوبوں میں تبدیل کر دیا جائے تو اخراجات میں کمی اور ترقیاتی بجٹ میں اضافہ ممکن ہوگا۔ وہ پنجاب یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن میں ایسوسی ایشن آف پرائیویٹ سیکٹر یونیورسٹیز آف پاکستان (APSUP) کے زیر اہتمام منعقدہ سیمینار بعنوان "پاکستان 2030۔ چیلنجز، مواقع اور نئے راستے" سے خطاب کر رہے تھے۔ اس موقع پر انہوں نے ماضی اور حال کا تقابلی

جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ڈھائی سو سال قبل دنیا میں بادشاہ اور سلطنتیں ہوتی تھیں جو اپنی سلطنتیں بڑھانے کے لیے مزید علاقے فتح کرتی تھیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عوامی طاقت پر مبنی ریاستیں وجود میں آئیں۔ آج شہری اپنے ملک سے اس لیے محبت کرتے ہیں کہ وہاں ان کے حقوق کو تسلیم اور محفوظ کیا جاتا ہے۔ میاں عامر محمود نے کہا کہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ عوام کو بہترین سہولیات فراہم کرے۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ پاکستان میں آج بھی ڈھائی کروڑ بچے اسکولوں سے باہر ہیں۔ تعلیم، معیشت، قانون اور فلاح وہ ستون ہیں جن پر ایک مضبوط معاشرہ کھڑا ہوتا ہے۔ لیکن

مقامی حکومتوں کا نظام بھی ملک میں کامیابی سے نہ چل سکا حالانکہ عوامی مسائل کا پہلا حل مقامی سطح پر ہی نکالا جانا چاہیے۔

پاکستان ان ستونوں کو کمزور کرنے والی بدانتظامی کا شکار ہے۔ انہوں نے بتایا کہ پاکستان قانون کی حکمرانی کے اشاریے میں دنیا کے 142 ممالک میں سے 129ویں نمبر پر ہے، جو انتہائی تشویشناک ہے۔ انہوں نے مقدمات کے فیصلے کہا کہ صوبوں اور انتظامی اکائیوں کو چھوٹا کیے بغیر شفافیت اور عوامی فلاح کو یقینی بنانا ممکن نہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ قتل کے 16 سے 17 سال بعد آتے ہیں جس سے فریقین کی زندگیاں تباہ ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح مقامی حکومتوں کا نظام بھی ملک میں کامیابی سے نہ چل سکا حالانکہ عوامی مسائل کا پہلا حل مقامی سطح پر ہی

نکالا جانا چاہیے۔ انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ ہر ڈویژن کو صوبے کا درجہ دیا جائے۔ اس سے اخراجات میں کمی آئے گی اور ترقیاتی بجٹ میں اضافہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت کمشنر کی جگہ چیف سیکریٹری اور ریجنل پولیس افسر کی جگہ آئی جی تعینات کرے تو نظام زیادہ مؤثر اور جواب دہ ہو سکتا ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 2)

معاشی استحکام کے لیے اختیارات کی نچلی سطح پر منتقلی ناگزیر ہے: ایس ایم تنویر

کراچی میں فیڈریشن آف پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے تاجر نمائندوں کی پریس کانفرنس

شہریار جنجوعہ

کراچی: یونائیٹڈ بزنس گروپ کے سرپرست اعلیٰ ایس ایم تنویر نے کہا ہے کہ پاکستان کی معیشت کو مضبوط کرنے کے لیے اختیارات کی نچلی سطح تک منتقلی ناگزیر ہے، کیونکہ موجودہ نظام تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی اور معاشی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کراچی میں فیڈریشن آف پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری (FPCCI) میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آزادی کے وقت پاکستان کی آبادی 3 کروڑ 20 لاکھ تھی اور چار صوبے تھے، لیکن آج جب آبادی 24 کروڑ تک جا پہنچی ہے تو بھی انتظامی

ڈھانچہ وہی چار صوبوں تک محدود ہے۔ ایس ایم تنویر نے کہا کہ ملک کے پاس اربوں ڈالر مالیت کے معدنی وسائل موجود ہیں اور ہر ڈویژن اپنی معاشی استعداد رکھتا ہے، لیکن کسی ایک افسر کے بس میں نہیں کہ وہ تنہا ترقی لے کر

نئے صوبے بنانے سے معاشی ترقی تیز ہو سکتی ہے تو ایف پی سی سی آئی اس اقدام کی حمایت کرے گی۔

آئے۔ اس کے لیے مقامی ملکیت اور اختیارات کی تقسیم ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت سمجھتی ہے کہ: "نئے صوبے بنانے سے معاشی ترقی تیز ہو سکتی ہے تو ایف پی سی سی آئی اس اقدام کی حمایت کرے گی۔ ان کا کہنا تھا کہ پاکستان کو اپنے دشمن بھارت کا مقابلہ کرنے کے لیے معیشت کو مضبوط بنانا ہوگا اور اس مقصد کے لیے ہمیں "ایشین ٹائیگر" بننے کا ہدف اپنانا چاہیے" ایس ایم تنویر نے مزید بتایا کہ اسلام آباد میں جلد ایک کانفرنس منعقد کی جائے گی جس میں پارلیمنٹ کے اراکین سمیت تمام اسٹیک ہولڈرز کو دعوت دی جائے گی تاکہ معیشت کی مضبوطی کے لیے اجتماعی حکمت عملی تشکیل دی جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ اختیارات کی نچلی سطح تک منتقلی کے حوالے سے ریسرچ پیپرز تیار کر لیے گئے ہیں جو حکومت کو پیش کیے جائیں گے۔ انہوں

نے زور دیا کہ ہمارا مقصد سیاست نہیں بلکہ معیشت ہے، اور حکومت سے ہمارا بنیادی مطالبہ یہ ہے کہ آئین کی اٹھارویں ترمیم پر اس کی اصل روح کے مطابق عمل درآمد کیا جائے۔ اس موقع پر ایف پی سی سی آئی کے صدر عاطف اکرم شیخ، سینئر نائب صدر ثاقب فیاض مگوں، میاں زاہد حسین، اختیار بیگ اور خالد تواب سمیت دیگر رہنما بھی موجود تھے جنہوں نے ایس ایم تنویر کی تجاویز کی مکمل تائید کی۔

مقامی حکومت

ریذیڈنٹ ایڈیٹر (کراچی)
شہریار جنجوعہ

ریذیڈنٹ ایڈیٹر (لاہور)
محمد یاسین ظفر

برائے رابطہ:
واٹس ایپ: 0300-8400373
ای میل: muqaami@hotmail.com
پوسٹ بکس 5191 ، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔54700
قیمت فی شمارہ: 25 روپے زرِ سالانہ: 300 روپے

ایڈیٹر و پبلشر محمد بلال ظفر نے کے وائی پرنٹرز سے چھپوا کر ماڈل ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

نئے صوبے یا مضبوط مقامی حکومتیں؟

اداریہ

پاکستان میں ایک بار پھر نئے صوبوں کے قیام کی بحث چھڑ گئی ہے۔ کچھ حلقوں کا مؤقف ہے کہ موجودہ بڑے صوبے اپنی بڑھتی ہوئی آبادی اور پھیلے ہوئے انتظامی ڈھانچے کے باعث مؤثر حکمرانی نہیں کر پا رہے۔ خاص طور پر پنجاب کی 13 کروڑ آبادی کو ایک مرکز لاہور سے چلانا ممکن نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ بہاولپور، جنوبی پنجاب، اور کراچی کو علیحدہ صوبہ بنانے کی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ بلوچستان میں بھی وسائل کی غیر مساوی تقسیم اور مقامی محرومیوں کے پیشِ نظر صوبے کی مزید تقسیم کی تجاویز سامنے آ رہی ہیں۔ یہ دلیل اپنی جگہ وزن رکھتی ہے کہ چھوٹے صوبے زیادہ جواب دہ اور عوام کے قریب ہوتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف یہ حقیقت بھی ہے کہ نئے صوبے بنانا محض سیاسی نقشہ بدلنے کا نام نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بڑے پیمانے پر نئے ادارے، اسمبلیاں، بیوروکریسی اور سیکورٹی ڈھانچے بھی درکار ہوں گے۔ اس سے اخراجات بڑھنے کا خدشہ ہے، جبکہ ملک پہلے ہی معاشی مشکلات میں گھرا ہوا ہے۔ اس تناظر میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا واقعی عوامی مسائل کا حل نئے صوبوں میں ہے یا پھر موجودہ ڈھانچے کے اندر رہتے ہوئے مقامی حکومتوں کو بااختیار بنانے میں؟ دنیا کے کامیاب وفاقی ماڈل بتاتے ہیں کہ عوامی سہولتیں سب سے زیادہ مؤثر طور پر نچلی سطح پر فراہم کی جا سکتی ہیں۔ نالی، سڑک، اسکول یا ہسپتال کا مسئلہ کسی وزیرِ اعلیٰ یا گورنر کے دفتر سے حل نہیں ہوتا، یہ کام وارڈ کونسلر یا بلدیاتی نمائندہ زیادہ بہتر انداز میں کر سکتا ہے۔ پاکستان کا المیہ یہ ہے کہ این ایف سی ایوارڈ کے ذریعے وفاق سے صوبوں کو وسائل تو منتقل ہوتے ہیں، لیکن صوبے ان وسائل کو ضلعی اور مقامی سطح تک نہیں پہنچاتے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عوام اپنے بنیادی حقوق اور سہولتوں سے محروم رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر صوبے اپنی صوبائی خودمختاری کے ساتھ ساتھ مقامی حکومتوں کو بھی آئینی تحفظ اور مالیاتی خودمختاری دیں، تو شاید نئے صوبے بنانے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ یقیناً ملک کے کچھ علاقے ایسے ہیں جہاں احساسِ محرومی اتنا گہرا ہے کہ وہاں صوبے کے مطالبے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، مثلاً جنوبی پنجاب یا کراچی۔ مگر عمومی طور پر پاکستان کے مسائل کا اصل حل ایک مضبوط اور مستقل مقامی حکومتوں کے نظام میں ہے، جو سیاسی حکومتوں کے بدلنے کے ساتھ تحلیل نہ ہو بلکہ آئینی طور پر عوام کے منتخب نمائندوں کو وسائل اور اختیارات منتقل کرے۔ ادارہ جاتی اصلاحات کے بغیر نئے صوبے بنانا محض علامتی اقدام ہوگا۔ اگر ہم واقعی عوامی فلاح، مساوات اور ترقی کے خواہاں ہیں تو ہمیں سب سے پہلے بلدیاتی ڈھانچے کو آئینی، مالی اور انتظامی بنیادوں پر مضبوط بنانا ہوگا۔ نئے صوبے تب ہی بامعنی ہوں گے جب ان کے اندر ایک شفاف اور بااختیار مقامی حکومت کا نظام بھی موجود ہو۔

کراچی کی سڑکیں اور انفرا اسٹرکچر

شہریار جنجوعہ

پاکستان کا سب سے بڑا شہر اور اقتصادی دارالحکومت، کراچی برسہا برس سے بنیادی ڈھانچے کے مسائل کا شکار ہے، جو ہر بارش کے بعد اپنی بھیانک صورت میں سامنے آتے ہیں۔ حالیہ مون سون میں بھی صورتحال مختلف نہ رہی۔ بارش کے چند گھنٹوں بعد ہی شہر کی بڑی سڑکیں جھیل کا منظر پیش کرنے لگیں، ٹریفک جام معمول بن گیا اور شہری زندگی معطل ہو کر رہ گئی۔ یہ سب محض قدرتی آفت کا نتیجہ نہیں بلکہ برسوں کی بدانتظامی، ناقص منصوبہ بندی اور کرپشن کی طویل تاریخ کا عکس ہے۔ جب بارشیں ہوتی ہیں تو شہر کی مرکزی شاہراہیں پانی میں ڈوب جاتی ہیں۔ نالے کچرے اور مٹی سے بھرے ہونے کے باعث نکاسی آب کا نظام بری طرح ناکام ہو جاتا ہے۔ لیاری، اورنگی، کورنگی اور ملیر جیسے نچلے علاقے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ شہری گھنٹوں پانی میں پھنسی گاڑیوں میں سڑکوں پر خوار ہوتے ہیں، حادثات پیش آتے ہیں اور گھروں میں پانی داخل ہونے سے لوگوں کی املاک تباہ ہو جاتی ہیں۔ یہ صورتحال صرف عام آدمی کو ہی نہیں بلکہ تجارتی سرگرمیوں کو بھی بری طرح متاثر کرتی ہے۔ کراچی کی بندرگاہ، صنعتیں اور مارکیٹیں سڑکوں کے بہتر نظام پر انحصار کرتی ہیں، اور جب سڑکیں ہی پانی میں ڈوب جائیں تو رسد کا نظام متاثر ہوتا ہے، لاگت بڑھتی ہے اور کاروباری نقصانات میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایمرجنسی سروسز تک متاثرہ علاقوں تک بروقت نہیں پہنچ پاتیں جس سے مشکلات دوچند ہو جاتی ہیں۔ کراچی کے مسائل کی جڑ اس کی بدانتظامی میں ہے۔ شہر کی بلدیاتی حکومتیں، صوبائی حکومت اور وفاقی ادارے سب مل کر اس شہر کے بنیادی ڈھانچے کو بہتر بنانے میں ناکام رہے ہیں۔ منصوبہ بندی میں ربط نہیں، کرپشن عام ہے اور ٹھیکے ایسے افراد یا اداروں کو دیے جاتے ہیں جو کم معیار کا کام کر کے چند ماہ میں سڑکوں کو دوبارہ برباد کر دیتے ہیں۔ برسوں سے آبادی میں بے تحاشا اضافہ ہوا لیکن شہری منصوبہ بندی اس کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہو سکی۔ غیر قانونی آبادیاں نالوں اور برساتی پانی کے راستوں پر بن گئیں اور حکومت نے کبھی سنجیدگی سے ان پر قابو نہیں پایا۔ شہر کی سڑکوں کی حالت اس بدانتظامی کی عکاس ہے۔ جگہ جگہ گڑھے، دھنستی ہوئی سڑکیں اور ٹوٹے ہوئے پل عوام کو روزانہ کی آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں۔ کئی مقامات پر برساتی نالے یا تو موجود ہی نہیں یا پھر ان پر قبضہ کر لیا گیا ہے، نتیجہ یہ کہ پانی جمع ہو کر پورے علاقے کو جھیل بنا دیتا ہے۔ گزشتہ کئی دہائیوں سے کوئی جامع ماسٹر پلان ترتیب نہیں دیا گیا، جس کی وجہ سے ہر ترقیاتی منصوبہ ادھورا اور غیر مربوط رہ جاتا ہے۔ سیاسی تبدیلیاں اور مالی بدانتظامی منصوبوں کو ادھورا چھوڑ دیتی ہیں اور عوام ایک بار پھر بارشوں میں ڈوبتے شہر کا سامنا کرتے ہیں۔ اس ساری صورتحال کا سب سے زیادہ بوجھ غریب طبقہ اٹھاتا ہے۔ ان کے گھروں میں پانی بھر جاتا ہے، پینے کا صاف پانی آلودہ ہو جاتا ہے اور بجلی کے طویل تعطل سے ان کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ بچوں کی تعلیم متاثر ہوتی ہے، مزدور روزگار سے محروم ہو جاتے ہیں اور صحت کے مسائل بڑھتے ہیں۔ بار بار کی مشکلات عوام کے اندر مایوسی اور اداروں پر سے اعتماد کے خاتمے کا باعث بن رہی ہیں۔ کراچی، جسے پاکستان کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے، اپنی بگڑتی حالت کی وجہ سے سرمایہ کاری اور سیاحت دونوں میں اپنی کشش کھو رہا ہے۔ اس تباہ کن صورتحال سے نکلنے کے لیے وقتی اقدامات نہیں بلکہ جامع اور طویل المدتی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے نکاسی آب کے نظام کی صفائی اور جدید کاری لازمی ہے تاکہ ہر سال برسات کا پانی شہری زندگی کو مفلوج نہ کرے۔ شہری منصوبہ بندی کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہوگا، قبضہ مافیا پر قابو پانا ہوگا اور ماحولیاتی توازن کو مدِنظر رکھتے ہوئے نالوں اور قدرتی آبی گزرگاہوں کو بحال کرنا ہوگا۔ سب سے بڑھ کر ایک آزاد ادارہ تشکیل دینا ضروری ہے جو انفرا اسٹرکچر منصوبوں میں شفافیت اور جوابدہی کو یقینی بنائے۔ صوبائی اور شہری حکومت کے درمیان تعاون بڑھانا اور مالی وسائل کے درست استعمال کو یقینی بنانا بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ کراچی کے عوام بار بار یہی سوال اٹھاتے ہیں کہ کب تک بارش ان کے لیے خوشی کے بجائے اذیت بن کر آتی رہے گی؟ حالیہ بارشوں کو ایک وارننگ سمجھتے ہوئے اگر سنجیدہ اور دیرپا اقدامات نہ کیے گئے تو یہ شہر مزید ڈوبتا جائے گا۔ کراچی وہ مستقبل کا خواب دیکھنے کا حق رکھتا ہے جہاں بارشیں زندگی کو سنواریں، بگاڑیں نہیں، اور جہاں ترقی اور خوشحالی کی راہیں پانی میں بہہ نہ جائیں بلکہ اس شہر کے باسیوں کے لیے ایک نئی صبح کی نوید لائیں۔

(بقیہ صفحہ نمبر 1) نئے صوبوں کی تشکیل پر غور!

اسی طرح سندھ میں مہاجر صوبے کا مطالبہ بھی ایک انتہائی پیچیدہ اور حساس مسئلہ ہے جو بنیادی طور پر شہری علاقوں خصوصاً کراچی اور حیدرآباد میں آباد اردو اسپیکنگ مہاجر برادری کے انتظامی، معاشی اور سیاسی مسائل سے پیدا ہوا ہے۔ اس مطالبے کے حامیوں کا مؤقف ہے کہ موجودہ صوبائی نظام میں انہیں سیاسی نمائندگی، روزگار کے مواقع اور وسائل کی تقسیم میں منصفانہ حصہ نہیں مل رہا۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ کراچی جو ملک کے معاشی حب کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ محصولات دینے والا شہر ہے، کو اس کے حق کے مطابق ترقیاتی بجٹ نہیں دیا جاتا تاہم یہ مطالبہ سندھ کی سیاست میں شدید تنازعات کا باعث بنا ہوا ہے۔ مخالفین اسے صوبے کی تاریخی وحدت، ثقافتی ہم آہنگی اور قومی یکجہتی کے منافی قرار دیتے ہیں۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ مطالبہ نسلی بنیادوں پر تقسیم کو ہوا دے گا اور موجودہ آئینی ڈھانچے کے تحت اس کی عملداری مشکل ہے۔ اس کے علاوہ، اس مسئلے نے سندھ کے دیہی اور شہری علاقوں کے درمیان تاریخی تقسیم کو بھی اجاگر کر دیا ہے۔ جہاں سندھ میں ایم کیو ایم کراچی اور حیدرآباد کو الگ صوبہ بنانے کی وکالت کرتی نظر آتی ہے وہاں بلوچستان میں شمالی بلوچستان کے نام سے نیا صوبہ بنانے کی آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں لیکن نئے صوبے بنانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ آئینِ پاکستان کی شق 239 میں اس کے لیے ایک واضح اور مشکل طریقہ کار بیان کیا گیا ہے۔ کسی بھی نیا صوبہ بنانے یا موجودہ صوبے کی جغرافیائی حدود میں تبدیلی کے لیے آئین میں ترامیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے نہ صرف قومی اسمبلی اور سینیٹ سے دو تہائی اکثریت سے بل پاس کرانا ہوگا، بلکہ متعلقہ صوبائی اسمبلی سے بھی اسے اسی اکثریت سے منظور کرانا لازمی ہے۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں یہ بحث سیاسی مفادات کے دلدل میں پھنس کر رہ جاتی ہے۔ کوئی بھی حکمران جماعت اپنے صوبے کو تقسیم کرنے پر راضی نہیں ہوتی، چاہے وہ کتنی ہی عوامی حمایت کیوں نہ رکھتی ہو۔ یہ ایک ایسی سیاسی جنگ ہے جس میں جذبات، مفادات اور قانون سب ہی ایک دوسرے سے الجھے ہوئے ہیں۔ حالیہ الیکشن کے بعد پیپلز پارٹی نے اس مسئلے کو ایک بار پھر اجاگر کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ جنوبی پنجاب کے صوبے کے قیام کی دیرینہ حامی ہے اور اسے اپنے سیاسی ایجنڈے کا اہم حصہ سمجھتی ہے۔ دوسری طرف مسلم لیگ ن، جو کہ پنجاب میں حکومت رکھتی ہے، اس معاملے پر خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ مسلم لیگ ن کے لیے یہ ایک مشکل انتخاب ہے۔ ایک طرف تو وہ اصولی طور پر اس کی حمایت کرتی ہے لیکن عملی طور پر اپنے سب سے بڑے صوبے کو تقسیم کرنا اس کے لیے سیاسی خودکشی کے مترادف ہوگا۔ سیاسی بحث سے ہٹ کر عوام کے مسائل کو مدِنظر رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو دنیا کے کئی ممالک نے اپنی انتظامی حدود کو دوبارہ ترتیب دے کر گورننس کے مسائل حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ بھارت اس کی نمایاں مثال ہے، جہاں آزادی کے بعد 1953ء میں فضل علی کمیشن کے ذریعے ریاستی حدود کی از سرِ نو تشکیل کی گئی اور 14 ریاستوں اور تین یونین ٹیریٹریز بنانے کی سفارش کی گئی۔ بعد ازاں 1956ء کی تنظیمِ نو اور پارلیمان کو آئین کی دفعات 2، 3 اور 4 کے تحت نئے صوبے بنانے کے اختیار نے بھارت میں وقتاً فوقتاً مزید ریاستوں کو جنم دیا۔ یہاں تک کہ آج وہاں 28 ریاستیں اور 8 یونین ٹیریٹریز ہیں۔ نائیجیریا نے بھی اپنی وفاقی اکائیوں کو بار بار تقسیم کیا اور اب اس کی 36 ریاستیں پہلے سے کہیں زیادہ فعال سمجھی جاتی ہیں۔ ایتھوپیا نے نسلی و لسانی بنیادوں پر صوبوں کی تشکیل کے ذریعے مختلف قومیتی گروہوں کو نمائندگی فراہم کی۔ پاکستان میں بھی وقتاً فوقتاً اسی نوعیت کی تجاویز سامنے آتی رہی ہیں۔ 2012ء میں قومی اسمبلی نے جنوبی پنجاب صوبے اور بہاولپور صوبے کے قیام سے متعلق قراردادیں منظور کیں۔ اسی برس ایک پارلیمانی کمیشن بھی تشکیل دیا گیا جس نے انتظامی بنیادوں پر نئے صوبوں کے قیام کی سفارش کی، اگرچہ سیاسی اتفاقِ رائے نہ ہونے کے باعث یہ عملی شکل اختیار نہ کر سکا۔ اس سے قبل بہاولپور صوبے کی بحالی کے مطالبے پر کئی بار قراردادیں پنجاب اسمبلی میں بھی منظور ہوئیں۔ گزشتہ دورِ حکومت میں ملتان اور بہاولپور میں جنوبی پنجاب انتظامی سیکریٹریٹ بھی قائم کر دیا گیا تھا جو کہ ہنوز قائم ہے گو کہ انتظامی طور پر اس کو زیادہ اختیارات حاصل نہیں ہیں اور اس کی سربراہی ایک ایڈیشنل چیف سیکرٹری کے پاس ہے جس کا کردار نہ ہونے کے برابر ہے۔ ملتان یا بہاولپور کو مرکز بنا کر جنوبی پنجاب کی صورت میں الگ صوبے کی تشکیل کا مطالبہ بارہا سامنے آیا لیکن آئینی اور سیاسی رکاوٹوں کے باعث یہ معاملہ زیادہ آگے نہ بڑھ سکا۔ تاہم 18ویں آئینی ترمیم کے بعد صوبائی خودمختاری کے بڑھنے سے یہ بحث ایک نئی سمت اختیار کر گئی۔ اختیارات کی مرکز سے صوبوں کو منتقلی نے جہاں وفاقیت کو مضبوط بنایا وہیں اندرونی سطح پر مزید تقسیم کے مطالبات کو تقویت دی۔ حامیوں کے نزدیک نئے صوبے بہتر نمائندگی، وسائل کی منصفانہ تقسیم اور گورننس کی بہتری کے لیے ضروری ہیں۔ ان کے خیال میں چھوٹے صوبے انتظامی طور پر زیادہ مؤثر ہوں گے اور وفاق زیادہ مضبوط ہوگا۔ مخالفین کا مؤقف ہے کہ اس سے لسانی و نسلی تقسیم بڑھے گی، وسائل پر جھگڑے ہوں گے اور سیاسی عدم استحکام میں اضافہ ہوگا۔ یہی وہ نکتہ ہے جہاں بحث سب سے زیادہ حساس اور پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ ان تمام حقائق اور اعداد و شمار کو مدِنظر رکھتے ہوئے وفاقی حکومت اور ریاستی ادارے اس وقت ایک بڑے اور بنیادی نوعیت کے انتظامی ڈھانچے کی تبدیلی پر سنجیدگی سے غور کر رہے ہیں، جس کے تحت ملک کو بارہ یا اس سے زائد صوبوں میں تقسیم کرنے کی مختلف تجاویز زیرِ بحث ہیں۔ اگرچہ اس حوالے سے کوئی باضابطہ اعلان تاحال سامنے نہیں آیا، تاہم حکومتی اور انتظامی حلقوں میں یہ موضوع اب محض تصوراتی بحث نہیں رہا بلکہ ایک عملی پالیسی آپشن کے طور پر ابھر رہا ہے۔ اس نہایت اہم قومی مسئلے پر مشاورت کو وسیع البنیاد بنانے کے لیے حکومت نے ملک کی بزنس کمیونٹی، تعلیمی اداروں کے سربراہان اور معاشی و سیاسی تھنک ٹینکس کو بھی شامل کرنا شروع کر دیا ہے تاکہ یہ عمل صرف ریاستی فیصلہ نہ ہو بلکہ ایک وسیع تر قومی اتفاقِ رائے کی بنیاد پر آگے بڑھایا جا سکے۔ اس کی مثال کراچی میں ایف پی سی سی آئی کے نمائندوں کی پریس کانفرنس ہے، جہاں تاجر برادری کے قائدین نے نئے صوبوں کے قیام کو انتظامی بہتری اور معاشی تقسیم کے لیے ناگزیر قرار دیا۔ اسی طرح لاہور میں ایسوسی ایشن آف پرائیویٹ سیکٹر یونیورسٹیز آف پاکستان کے اجلاس میں اعلیٰ تعلیمی اداروں کے سربراہان نے بھی واضح کیا کہ موجودہ گورننس ڈھانچہ ملکی معاشی و سماجی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے اور مزید صوبوں پر مشتمل ایک نیا قومی نقشہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ دوسری جانب اکنامک پالیسی اینڈ بزنس ڈیولپمنٹ کی تازہ رپورٹ نے بھی اس بحث کو تقویت دی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ موجودہ صوبائی ڈھانچہ نہ صرف غیر متوازن ہے بلکہ عوامی خدمت اور وسائل کی منصفانہ تقسیم میں ناکام ہو چکا ہے اور پاکستان اس وقت ایک نئے انتظامی دوراہے پر کھڑا ہے جہاں یہ فیصلہ کرنا ناگزیر ہے کہ پرانے ڈھانچے کے جمود کو برقرار رکھا جائے یا ایک نئے، شفاف، متوازن اور عوام کے قریب گورننس سسٹم کی طرف قدم بڑھایا جائے۔ ان سب تجاویز کا بنیادی مقصد یہی بتایا جا رہا ہے کہ نسلی و لسانی سیاست کو کمزور کرتے ہوئے انتظامی بنیادوں پر نئے صوبے قائم کیے جائیں تاکہ وفاق مزید مضبوط ہو سکے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ موجودہ صوبائی سیٹ اپ، جو 1970ء سے قائم ہے، بڑی حد تک لسانی بنیادوں پر کھڑا ہے۔ اگر نئے صوبے انتظامی سہولت، وسائل کی منصفانہ تقسیم اور بہتر گورننس کے اصول پر بنائے گئے تو اس سے قومی یکجہتی کو فروغ ملے گا اور ریاستی اداروں کی کارکردگی کے لیے ایک نئی سمت متعین ہوگی۔ ان مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان میں مزید صوبوں کے قیام کا خیال اس لیے زیرِ غور ہے تاکہ ماضی میں لسانی یا نسلی بنیادوں پر پیدا ہونے والے سیاسی تناؤ کو کم کیا جا سکے، قومی یکجہتی کو فروغ دیا جا سکے اور سب سے بڑھ کر ترقیاتی وسائل کی منصفانہ تقسیم ممکن بنائی جا سکے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ نئے صوبوں کا قیام محض انتظامیہ کی تقسیم کا نام نہیں ہے۔ اس منصوبے پر عملدرآمد کے لیے کئی مراحل درکار ہوں گے جن میں آئینی ترامیم، اسمبلیوں سے منظوری، عبوری گورنرز اور سیکرٹریٹ کی تعیناتی، نئی حلقہ بندیاں، وسائل اور پانی کی تقسیم اور بعد ازاں انتخابات بھی شامل ہیں۔ تاہم اس حوالے سے کوئی باضابطہ ٹائم لائن یا سرکاری دستاویز ابھی تک سامنے نہیں آئی ہے۔ سیاسی تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ اگر پاکستان کو مزید نئے صوبوں میں تقسیم کرنے کی تجویز حقیقت کا روپ دھارتی ہے تو یہ عوام کے مسائل کے حل کا ایک ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔ جب حکومت عوام کے قریب ہوگی تو فیصلہ سازی میں تیزی آئے گی، وسائل کا بہتر استعمال ہوگا اور مقامی ثقافت و زبان کو تحفظ ملے گا لیکن اس کے لیے ریاست کو عوامی مفاد کو ترجیح دینا ہوگی۔ اس کے لیے تمام سیاسی جماعتوں کو ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر ملک و قوم کے مستقبل کے بارے میں سوچنا ہوگا۔ یہ ایک مشکل سفر ہے لیکن اگر اسے صحیح نیت اور عوامی دباؤ کے تحت طے کیا جائے تو یہ پاکستان کو مضبوط اور خوشحال بنانے میں ایک اہم سنگِ میل ثابت ہو سکتا ہے۔ بعض ماہرین کے نزدیک وہ ملک جہاں آئین و قانون پر عملدرآمد کے حوالے سے بہت ساری کمزوریاں پائی جاتی ہوں وہاں پر مزید صوبوں کے قیام سے بہت سارے پیچیدہ سیاسی و انتظامی مسائل جنم لے سکتے ہیں اور نئے صوبے بنانے کی بجائے اس مسئلے کا بہترین حل موجودہ صوبائی نظام میں اصلاحات، مقامی حکومتوں کو مضبوط بنانے اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کے ذریعے بھی نکالا جا سکتا ہے۔ بہرصورت اس معاملے پر کسی بھی فیصلے کے لیے تمام اسٹیک ہولڈرز کے ساتھ جامع مذاکرات اور قومی مفاد کو مدِنظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ جیسا کہ اختصار کے ساتھ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ملک میں نئے صوبوں کے قیام کے حوالے چھڑنے والی اس بحث پاکستان کی ایک تحقیق میں معاشی تھنک ٹینک اکنامک پالیسی اینڈ بزنس ڈیولپمنٹ نے اپنی ایک حالیہ رپورٹ میں انتظامی ڈھانچے کی اصلاحات کے لیے تین منظرنامے تجویز کیے ہیں۔ پہلے منظرنامے میں 12 صوبے، دوسرے میں 15 سے 20 چھوٹے صوبے جبکہ تیسرے میں 38 وفاقی ڈویژنز بنانے کی تجویز دی گئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق موجودہ صوبائی ڈھانچہ علاقائی معاشی ترقی کی خلیج کو ختم کرنے میں ناکام ہو چکا ہے اور پاکستان کے صوبے عالمی معیار کے مقابلے میں حد سے زیادہ بڑے ہیں۔ تھنک ٹینک کے مطابق صوبوں میں آبادی کے بے تحاشا فرق کی وجہ سے مسائل بڑھ رہے ہیں۔ غربت، بے روزگاری اور تعلیم کی شرح میں نمایاں فرق موجود ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اگر 12 چھوٹے صوبے قائم کیے جائیں تو ہر صوبے کی آبادی کم ہو کر تقریباً 2 کروڑ رہ جائے گی اور صوبائی بجٹ 994 ارب روپے تک بڑھ سکتا ہے۔ 15 سے 20 صوبوں کے قیام کی صورت میں صوبائی بجٹ 600 سے 800 ارب روپے تک متوقع ہے اور ہر صوبے کی آبادی ایک کروڑ 20 لاکھ سے ایک کروڑ 60 لاکھ تک ہو سکتی ہے۔ اسی طرح 38 وفاقی ڈویژنز بنانے سے ہر ڈویژن کی آبادی اوسطاً 63 لاکھ افراد پر مشتمل ہوگی۔ پاکستان کی 24 کروڑ 15 لاکھ آبادی اس وقت صرف چار صوبوں میں قیام پذیر ہے۔ پنجاب کی آبادی 12 کروڑ 76 لاکھ، سندھ کی 5 کروڑ 56 لاکھ، خیبر پختونخوا کی 4 کروڑ 8 لاکھ اور بلوچستان کی 1 کروڑ 48 لاکھ ہے۔ یوں اوسط صوبائی آبادی 6 کروڑ سے زائد بنتی ہے۔ صوبوں میں آبادی کے اس فرق کے باعث وسائل کی تقسیم بھی غیر متوازن ہے۔ پنجاب کو 5 ہزار 355 ارب روپے مل رہے ہیں جبکہ بلوچستان کو صرف ایک ہزار 28 ارب روپے دیے جا رہے ہیں۔ غربت کی شرح بھی مختلف ہے: پنجاب میں 30 فیصد، سندھ میں 45 فیصد، خیبر پختونخوا میں 48 فیصد اور بلوچستان میں 70 فیصد۔ ماہرین کے مطابق چھوٹے صوبوں کے قیام سے بجٹ کو زیادہ مؤثر طریقے سے استعمال کیا جا سکے گا۔ غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق سب سے زیادہ مناسب خیال کیے جانے والے منظرنامے کے تحت پنجاب، بلوچستان، سندھ اور خیبر پختونخوا کو 12 چھوٹے صوبوں میں تقسیم کرنے کی تجویز دی گئی ہے جبکہ آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کو مزید انتظامی اختیارات دینے پر بھی غور ہو رہا ہے۔ مختلف آپشنز میں پنجاب کو چار، بلوچستان کو چار، سندھ کو دو اور خیبر پختونخوا کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی تجاویز شامل ہیں، جن کے ہیڈ کوارٹرز اور ممکنہ اضلاع کی ابتدائی فہرست تیار کی گئی ہے۔ پنجاب کے نئے صوبوں میں وسطی پنجاب (جس کا ہیڈ کوارٹر لاہور ہوگا)، شمالی پنجاب (راولپنڈی)، جنوبی پنجاب (ملتان) اور مغربی پنجاب (فیصل آباد) شامل ہوں گے۔ بلوچستان کو ساحلی (گوادر)، وسطی (خضدار)، شمالی (کوئٹہ) اور مشرقی بلوچستان (ڈیرہ مراد جمالی) میں تقسیم کرنے کی تجویز ہے۔ خیبر پختونخوا کو شمالی خیبر پختونخوا (پشاور) اور جنوبی خیبر پختونخوا (ڈیرہ اسماعیل خان) میں بانٹا جائے گا، جبکہ سندھ کو شہری سندھ (کراچی) اور دیہی سندھ (سکھر) میں تقسیم کیا جائے گا۔ فی الوقت یہ تمام تجاویز صرف مشاورت اور پالیسی سازی کے مراحل میں ہیں اور اس پر حتمی فیصلہ آئندہ چند ماہ میں متوقع بتایا جا رہا ہے۔ مگر یہ طے ہے کہ نئے صوبوں پر ہونے والی یہ بحث پاکستان کے وفاقی ڈھانچے، 18ویں ترمیم کی روح اور عوامی نمائندگی کے مستقبل کا تعین کرے گی۔ یہ ایک ایسا فیصلہ ہوگا جو قومی وحدت کو یا تو مزید مضبوط کر سکے گا یا پھر نئی تقسیم کی بنیاد ڈال سکے گا۔

(بقیہ صفحہ نمبر 1) نئے صوبوں کے قیام سے معاشی ترقی اور بہتر طرزِ حکمرانی ممکن ہے: میاں عامر محمود

میاں پاکستان بڑھتے ہوئے تجارتی خسارے کا شکار ہے اور مسلسل قرض لینے کی عادت نے ریاست کو کمزور کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عوام کو یہ سوچنا ہوگا کہ وہ ریاست کو کیا دے رہے ہیں نہ کہ صرف ریاست سے کیا لے رہے ہیں۔ انہوں نے کراچی کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ شہر کے نکاسی آب کے ناقص نظام اور بارشوں کے دوران پیدا ہونے والی صورتحال ناقص حکمرانی کی واضح تصویر ہے۔ میاں عامر محمود نے کہا کہ عوامی شعور اور لوگوں کی طاقت ہی وہ بنیاد ہے جس نے دنیا بھر میں سیاسی اور سماجی ڈھانچوں کو تبدیل کیا۔ آج دنیا بھر کی سیاسیات کی کتب میں وہ اصول بیان کیے جاتے ہیں جن پر ایک ریاست قائم ہوتی ہے اور ان میں عوامی فلاح، مساوات اور انصاف بنیادی ستون ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں بھی ایک مضبوط اور پائیدار ریاست اسی وقت قائم ہو سکتی ہے جب عوامی حقوق، شفافیت، مساوات اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنایا جائے۔

اسلام آباد: سی ڈی اے کا بس روٹس کے لئے موبائل ایپ

الیکٹرک اور میٹرو بس روٹس کی معلومات اب موبائل پر دستیاب ہونگی

رضوان اذان

اسلام آباد: کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی (سی ڈی اے) نے ''سی ڈی اے موبائل ایپ'' کے نام سے اپنا آفیشل موبائل ایپ لانچ کر دیا ہے، جو پلے اسٹور اور ایپل ایپ اسٹور سے ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایپ شہریوں کو الیکٹرک اور میٹرو بس روٹس کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کرے گی۔ ایپ کی بدولت صارفین اپنی سفر کی منصوبہ بندی بہتر طریقے سے کرسکیں گے، جس میں مقامات کے درمیان متوقع سفر کا وقت بھی شامل ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ ایپ سیاحت کے حوالے سے بھی رہنمائی فراہم کرے گی، جس میں اسلام آباد کے اہم مقامات اور دلچسپی کے پوائنٹس کی معلومات شامل ہوں گی تاکہ سیاح اپنے دورے کو بہتر طریقے سے پلان کرسکیں۔ چیئرمین سی ڈی اے اور چیف کمشنر اسلام آباد محمد علی رندھاوا کی صدارت میں ہونے والے اجلاس میں ایپ کی خصوصیات پر بریفنگ دی گئی۔ اجلاس میں ممبر ایڈمن و اسٹیٹ طلعت محمود، ممبر پلاننگ ڈاکٹر خالد حفیظ، این آر ٹی سی اور دیگر سینئر افسران شریک تھے۔ بریفنگ میں بتایا گیا کہ ایپ کے اہم فیچرز میں ''ٹرپ پلاننگ'' شامل ہے جو صارفین کو سفر کا مکمل نقشہ، اوقات اور متوقع مدت فراہم کرتا ہے۔ ایپ میں ''راوٹس'' کا فیچر بھی موجود ہے، جس کے ذریعے صارفین اسلام آباد کے تمام فعال روٹس کی معلومات حاصل کرسکیں گے۔ مزید یہ کہ گوگل میپس کے ساتھ انٹیگریشن کے باعث روٹس کے نقشے اور تفصیلات بھی دستیاب ہیں۔ سی ڈی اے کے مطابق یہ ایپ صارفین کو فوری نوٹیفکیشن اور اعلانات بھی فراہم کرے گی، جیسے روٹس میں تبدیلی یا دیگر اہم معلومات میں مزید بتایا گیا کہ مستقبل قریب میں ایپ کے ذریعے ''ریئل ٹائم ٹریکنگ'' اور ''موبائل والٹ'' کی سہولت بھی متعارف کرائی جائے گی، جس سے صارفین اپنے کرایے ایپ کے ذریعے ادا کرسکیں گے۔ چیئرمین سی ڈی اے نے ہدایت دی کہ ایپ میں کیو آر کوڈ کے ذریعے خودکار کرایہ ادائیگی کا نظام بھی شامل کیا جائے، جس میں اے ٹی ایم، ماسٹر، ویزا کارڈز، بینکنگ ایپس، ایزی پیسہ اور جاز کیش وغیرہ کی سہولت فراہم ہو۔

چیئرمین سی ڈی اے نے کہا کہ اس اقدام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ شہری اپنے گھروں میں بیٹھے الیکٹرک بسوں کے تمام روٹس، اسٹاپس اور شیڈول کی معلومات حاصل کرسکیں اور اپنے سفر کی منصوبہ بندی با آسانی کرسکیں۔ انہوں نے کہا کہ سی ڈی اے شہریوں کو جدید، ایئر کنڈیشنڈ اور ماحول دوست ٹرانسپورٹ کی سہولیات فراہم کرنے کے لیے ہر ممکن اقدامات کر رہا ہے۔

اسلام آباد میں گھر گھر سروے اور ''پاک آئی ڈی'' ایپ کے ذریعے شہریوں کا ڈیٹا بیس تیار کرنے کا فیصلہ

اسلام آباد: کیپیٹل ڈیولپمنٹ اتھارٹی (سی ڈی اے) نے فیصلہ کیا ہے کہ وفاقی دارالحکومت میں گھر گھر سروے کیا جائے گا تاکہ ہر شہری کا جامع ڈیٹا بیس تیار کیا جاسکے جس میں جیوٹیگنگ کے ذریعے مقام، رہائش اور دیگر درست معلومات شامل ہوں گی۔ یہ سروے نہ صرف شہری علاقوں بلکہ دیہی بستیوں اور کچی آبادیوں تک پھیلا ہوگا۔ سی ڈی اے کی جانب سے جاری کردہ اعلامیے کے مطابق چیئرمین سی ڈی اے محمد علی رندھاوا کی زیرصدارت اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا۔ اجلاس میں ممبر ایڈمنسٹریشن و اسٹیٹ طلعت محمود، ممبر ماحولیات اسفندیار بلوچ، ڈی آئی جی اسلام آباد پولیس جواد طارق، وزارت داخلہ، ضلعی انتظامیہ، نادرا، پاکستان بیورو آف اسٹیٹکس اور دیگر اداروں کے نمائندے شریک ہوئے۔ اجلاس کو بتایا گیا کہ نادرا کی ''پاک آئی ڈی'' موبائل ایپ کے ذریعے شہری گھروں میں بیٹھے اپنی رجسٹریشن مکمل کرسکیں گے۔ تاہم ساتھ ہی ایک گھر گھر سروے بھی شروع کیا جائے گا تاکہ شہریوں کا مکمل ڈیٹا بیس تیار کیا جاسکے جو مستقبل میں منصوبہ بندی، ترقیاتی کاموں اور سکیورٹی کے لیے بنیاد فراہم کرے گا۔

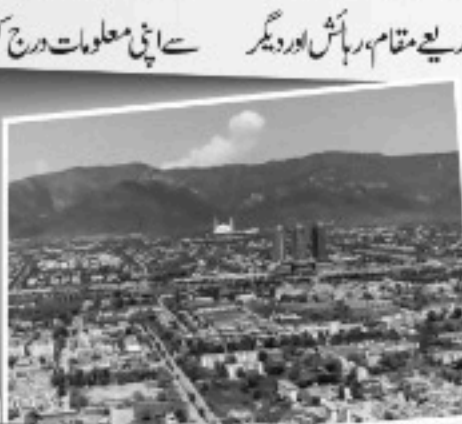

چیئرمین سی ڈی اے نے ہدایت کی کہ ایپ کو مزید صارف دوست بنایا جائے اور دیگر موجودہ ایپلی کیشنز کے ساتھ مربوط کیا جائے تاکہ شہری آسانی سے اپنی معلومات درج کرسکیں۔ اس ایپ میں خودکار ڈیٹا کلیکشن فیچر بھی شامل ہوگا جس سے رجسٹریشن کا عمل تیز اور مؤثر بنایا جائے گا۔ اعلامیے کے مطابق تمام گھرانوں، کرایہ داروں، رشتہ داروں اور غیر ملکیوں کی تفصیلات بھی جمع کی جائیں گی تاکہ اسلام آباد میں سکیورٹی کو مزید بہتر بنایا جاسکے۔ اس مقصد کے لیے سپارکو سے ہائی کوالٹی امیجری بھی حاصل کی جائے گی۔ مزید یہ کہ ایک جامع آگاہی مہم چلائی جائے گی تاکہ زیادہ سے زیادہ شہری اس ایپ اور سروے میں حصہ لیں۔ چیئرمین سی ڈی اے کا کہنا تھا کہ ''پاک آئی ڈی'' ایپ اور گھر گھر سروے سے ضلعی انتظامیہ اور دیگر اداروں کو بہتر منصوبہ بندی اور سروسز فراہم کرنے میں مدد ملے گی۔ انہوں نے کہا کہ وفاقی دارالحکومت کے شہریوں کے تحفظ اور امن کو یقینی بنانے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائے جائیں گے تاکہ عوام ایک محفوظ ماحول میں زندگی گزار سکیں۔

اسلام آباد: ایس ایس پی ٹریفک کیپٹن (ریٹائرڈ) سید ذیشان حیدر کو ان کے عہدے سے ہٹادیا گیا

اسلام آباد: صدر پاکستان آصف علی زرداری کے قافلے کو وی وی آئی پی روٹ کے باوجود شدید ٹریفک جام میں پھنسنے کے واقعے کے بعد اسلام آباد ٹریفک پولیس کے سینئر سپرنٹنڈنٹ (ایس ایس پی) ریٹائرڈ کیپٹن سید ذیشان حیدر کو ان کے عہدے سے ہٹادیا گیا۔ ذیشان حیدر نہ صرف ایس ایس پی ٹریفک کے فرائض انجام دے رہے تھے بلکہ ایس ایس پی سکیورٹی کا چارج بھی ان کے پاس تھا۔ پولیس ذرائع کے مطابق جمعرات کی شام صدر مملکت آصف علی زرداری، وزیر داخلہ محسن نقوی اور دیگر حکام کے ہمراہ بحریہ ٹاؤن کے دورے پر جارہے تھے۔ اس موقع پر وی وی آئی پی روٹ اور حفاظتی انتظامات مکمل طور پر ترتیب دیے گئے تھے۔ لیکن کورال چوک کراس کرنے کے بعد صدر کا قافلہ غلط سمت میں روانہ ہوگیا اور بحریہ ٹاؤن جانے کے بجائے سکیورٹی حصار اور طے شدہ راستے سے باہر نکل گیا۔ نتیجتاً صدر مملکت کا قافلہ ایکسپریس وے پر عام ٹریفک میں پھنس گیا اور تقریباً آدھے گھنٹے تک جام میں پھنسا رہا۔ یہ صورتحال نہ صرف صدر اور وفاقی وزیروں کے لیے بلکہ عام شہریوں کے لیے بھی خطرناک ثابت ہوسکتی تھی۔ اس واقعے نے اسلام آباد ٹریفک پولیس کی کارکردگی اور ذمہ داریوں پر سنگین سوالات کھڑے کردیے ہیں۔ وی وی آئی پی روٹ کے باوجود قافلے کو ٹریفک میں پھنس جانا پولیس کی کمزور نگرانی، ناقص منصوبہ بندی اور کوتاہی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اہلکاروں نے خود اعتراف کیا ہے کہ یہ واقعہ براہ راست صدر مملکت کی سکیورٹی کو سنگین خطرے میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ وزیر داخلہ اور دیگر اداروں نے اس پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس طرح کی نااہلی کسی بھی بڑے سانحے کا باعث بن سکتی تھی۔ واقعے کے فوری بعد ریٹائرڈ کیپٹن ذیشان حیدر کو ایس ایس پی ٹریفک اور ایس ایس پی سکیورٹی دونوں عہدوں سے ہٹا کر سینٹرل پولیس آفس بھیج دیا گیا۔ ان کی جگہ گریڈ 19 کے ریٹائرڈ اسکواڈرن لیڈر عبدالحق کو ایس ایس پی سکیورٹی کا اضافی چارج دیا گیا جبکہ گریڈ 18 کی افسر پری گل ترین کو ایس ایس پی ٹریفک کا چارج سونپا گیا ہے۔ شہریوں نے اس واقعے پر سخت ردعمل دیتے ہوئے کہا کہ اگر صدر مملکت کا قافلہ ہی ٹریفک جام میں پھنس سکتا ہے تو عام شہریوں کے تحفظ کا کیا عالم ہوگا۔ ناقدین کا کہنا ہے کہ اسلام آباد پولیس اپنی توجہ اصل مسائل سے ہٹا کر صرف دکھاوے کی ڈیوٹیز میں مصروف رہتی ہے۔ ماہرین کے مطابق یہ واقعہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ ٹریفک پولیس میں ہم آہنگی اور پیشہ ورانہ تربیت کی شدید کمی ہے۔ اگر فوری اصلاحی اقدامات نہ کیے گئے تو مستقبل میں ایسے واقعات دوبارہ پیش آسکتے ہیں۔

راولپنڈی

راجہ بازار کے تاجروں کی حکومت پنجاب کو وارننگ، 14 اگست کے بعد اہلخانہ سمیت دھرنے کی دھمکی

راجہ بازار راولپنڈی کے تاجروں نے حکومت پنجاب کے فیصلے کو مسترد کرتے ہوئے خبردار کیا ہے کہ اگر فوارہ چوک سے ہملٹن روڈ (ڈنگی کھوئی) تک مرکزی سڑک عام ٹریفک کے لیے نہ کھولی گئی تو وہ 14 اگست کے بعد اہلخانہ سمیت دھرنا دیں گے، جو مطالبات کی منظوری تک جاری رہے گا۔ پیر کو راولپنڈی پریس کلب میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے ٹریڈرز ایکشن کمیٹی کے صدر امیعہ پرویز نے کہا کہ حکومت پنجاب کا راجہ بازار کو پیدل چلنے والوں کی گلی میں بدلنے کا منصوبہ تاجروں کے کاروبار کے لیے تباہ کن ثابت ہوا ہے۔ ان کے مطابق سامان لادنے اور اتارنے میں شدید مشکلات پیش آرہی ہیں، کیونکہ 20 سے زائد مارکیٹوں کو ملانے والی سڑک پر گاڑیوں کا داخلہ بند ہے۔ انہوں نے کہا کہ: "ہمارا کاروبار تباہ ہو چکا ہے۔ کرایہ دار دکانیں چھوڑنے پر مجبور ہیں اور دکاندار ملازمین کو فارغ کر رہے ہیں۔ تقریباً 12 ہزار تاجروں کا کاروبار بری طرح متاثر ہوا ہے۔'' امیعہ پرویز نے کہا کہ مقامی تاجروں نے وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز کے انسدادِ تجاوزات اقدامات کی حمایت کی تھی، مگر مرکزی سڑکوں کی بندش نے بازار کی کاروباری سرگرمیوں کو مفلوج کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ "یہ شہر ہمارا ہے، ہم اصل اسٹیک ہولڈر ہیں، ہم ٹیکس ادا کرتے ہیں، یہیں جیتے اور مرتے ہیں۔ ہماری جائز بات مانی جانی چاہیے۔'' پریس کانفرنس میں چوہدری سہیل، ملک طاہر، ملک نثار، حاجی صداقت، آصف اکرم، کمال پاشا، شیخ شبیر اور شیخ افضل بھی موجود تھے۔ خیال رہے کہ رواں سال فروری سے راجہ بازار کو فوارہ چوک سے ہملٹن روڈ تک عام ٹریفک کے لیے بند کر کے پیدل چلنے والوں کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ ضلعی انتظامیہ کے مطابق یہ منصوبہ راجہ بازار کو ماڈل بازار میں تبدیل کرنے کے لیے شروع کیا گیا ہے، جس میں مرحلہ وار سڑکوں کی بندش، ٹریفک کنٹرول، اور بجلی و ٹیلی فون کی لائنوں کو زیر زمین منتقل کرنے کے اقدامات شامل ہیں۔ تاہم تاجروں کا کہنا ہے کہ حکومت کی طرف سے متبادل پارکنگ مقامات اور سامان کی ترسیل کے انتظامات ناکافی ہیں، جس کی وجہ سے کاروبار بری طرح متاثر ہوا ہے۔

ڈینگی سروے ٹیم پر حملہ کرنے والے 2 ملزموں کو گرفتار کرلیا گیا

راولپنڈی (سٹاف رپورٹر) ڈینگی سروے ٹیم پر حملہ کرنے والے 2 ملزموں کو گرفتار کرلیا گیا، تھانہ دھمیال کو محمد الطاف سینٹری انسپکٹر محکمہ ہیلتھ نے بتایا بسلسلہ ڈینگی سروے محکمہ صحت ٹیم جواد احمد سینٹری پیٹرول اور عبداللہ ابرار نے بینک کالونی نزد کراچی ہوٹل دھمیال کا معائنہ کیا دوران معائنہ پانی کی ٹینکی بغیر ڈھکن پائی گئی جس سے لاروہ برآمد کیا جس سے نمونہ لیا جس پر مالک دکان محمد محمود، مزمل احمد و عبدالرحمن ساتھ 5 افراد نامعلوم ڈینگی ٹیم پر حملہ آور ہوئے جس سے ملازم محکمہ صحت جواد احمد مضروب ہوگیا جس کے چہرے پر دائیں سائیڈ شدید چوٹ آئی ساتھ میں مار کٹائی دھکے گالم گلوچ بدتمیزی جان سے مارنے کی دھمکیاں دینا شروع کردیں جس پر موقع پر انٹامالوجسٹ پہنچا جس نے لاروہ کی تصدیق کی ایمرجنسی 15 پر اطلاع دی موقع پر 2 افراد مزمل احمد اور عبدالرحمن کو گرفتار کرکے تھانہ منتقل کیا۔

300 کلوگرام مضر صحت گوشت قبضہ میں لے کر تلف کردیا گیا

(راولپنڈی) 300 کلوگرام مضر صحت گوشت قبضہ میں لے کر تلف کردیا گیا، تھا تھانہ چکری کو سیدہ انیقہ حسن فوڈ سیفٹی آفیسر پنجاب فوڈ اتھارٹی راولپنڈی نے بتایا کہ پولیس کی اطلاع پر پی ایس او پمپ نزد چکری انٹرچینج کے قریب موجود گاڑی نمبر ایل ای ایف-2805 کی میں چیکنگ کی گئی جو گاڑی میں معائنہ کرنے پر بیمار جانور کا 300 کلوگرام گوشت غیر معیاری، مضر صحت اور ناقابل استعمال پایا گیا جس کی تصدیق ڈاکٹر کاشف سجاد ویٹرنری آفیسر نے کی، مذکورہ 300 کلوگرام مضر صحت گوشت کو تلف کردیا گیا، گاڑی میں موجود سلیمان ریاض گوشت کی ترسیل کا کام کرتا ہے، جس کے خلاف مقدمہ درج کرکے اسے گرفتار کرلیا گیا۔

وزیراعلیٰ مریم نواز شریف کا جاپان کا تاریخی دورہ

پنجاب میں ترقی اور عالمی سفارت کاری کا نیا باب

یاسین ظفر

وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف کا حالیہ سرکاری دورہ جاپان ایک تاریخی واقعہ اور صوبے کی ترقی و عالمی تعلقات میں نئے دور کا آغاز ہے۔ تین دہائیوں بعد کسی پاکستانی رہنما نے اس سطح پر جاپان کا دورہ کیا، جس سے دونوں ممالک میں تعاون کے نئے در کھلے۔ یہ پانچ روزہ دورہ ٹوکیو، اوساکا اور یوکوہاما پر مشتمل تھا جہاں وزیراعلیٰ نے سرکاری حکام، سرمایہ کاروں اور ٹیکنالوجی ماہرین سے ملاقاتیں کیں۔ اس موقع پر پنجاب کو ایسے خطے کے طور پر اجاگر کیا گیا جو جدید منصوبہ بندی، ماحول دوست ترقی اور سرمایہ کاری کے مواقع کے حوالے سے منفرد پہچان رکھتا ہے۔ ملاقاتوں کے دوران جاپان کے وزیر خارجہ کے سینئر اسٹیٹ منسٹر میاجی تکوما اور دیگر حکام نے پنجاب کے ساتھ تعاون

تین دہائیوں کے بعد کسی پاکستانی رہنما نے اس سطح پر جاپان کا سرکاری دورہ کیا ہے۔

بڑھانے پر آمادگی ظاہر کی۔ جاپانی حکومت اور اداروں نے پنجاب کے ترقیاتی اقدامات کو سراہا اور زور دیا کہ صوبہ جدید ٹیکنالوجی اور ماحول دوست پالیسیوں میں جاپان کے تجربات سے فائدہ اٹھائے۔ وزیراعلیٰ نے جاپانی سرمایہ کاروں کو خصوصی اقتصادی زونز میں سرمایہ کاری کی دعوت دی اور شفاف طرزِ حکمرانی، بہتر کاروباری ماحول اور تیز رفتار فیصلوں کی یقین دہانی کرائی۔ دورے کا اہم پہلو یوکوہاما شہر کے ساتھ سٹی ٹو سٹی تعاون کا معاہدہ تھا۔ یوکوہاما جاپان کا سب سے ماحول دوست اور ترقی یافتہ صنعتی شہر ہے۔ اس معاہدے کے تحت لاہور سمیت بڑے شہروں کو شہری منصوبہ بندی، فضلہ جات کے انتظام، آلودگی پر قابو اور توانائی کے متبادل ذرائع کی ٹیکنالوجی فراہم کی جائے گی۔ وزیراعلیٰ نے یوکوہاما کے ویسٹ واٹر ٹریٹمنٹ پلانٹ کا معائنہ کیا، جہاں روزانہ ڈیڑھ ملین لیٹر پانی صاف کر کے توانائی میں بدلا جاتا ہے۔ انہوں نے اس ماڈل کو پنجاب میں لانے کا اعلان کیا تاکہ عوامی صحت بہتر ہو اور شہروں کو جدید و پائیدار بنایا جا سکے۔ ٹرانسپورٹ کے شعبے میں بھی تعاون پر اتفاق ہوا۔ لاہور اور اسلام آباد کے درمیان ہائی اسپیڈ ریل کی فزیبلٹی پر غور جاری ہے جبکہ شہری ٹریفک کم کرنے کے لیے اربن کیبل کار سسٹم پر کام ہوگا۔ اس کے ساتھ 1100 الیکٹرک بسیں رواں سال متعارف کرائی جائیں گی جو سفر کے معیار کو بہتر اور آلودگی کو کم کریں گی۔ وزیراعلیٰ نے پانچ لاکھ کم لاگت گھروں کی تعمیر کا اعلان کیا، جس سے متوسط اور غریب طبقہ مستفید ہوگا۔ "ستھرا پنجاب" مہم کے ذریعے صفائی کا نظام بہتر بنایا جائے گا اور ڈیڑھ لاکھ نئی نوکریاں پیدا ہوں گی۔ ترقیاتی پروگرام میں تعلیم، صحت، پانی، آبپاشی اور ماحولیات کے لیے خطیر بجٹ مختص کیا گیا تاکہ ثمرات عوام تک براہِ راست پہنچ سکیں۔ ماحولیاتی تحفظ پر خصوصی توجہ دی گئی۔ پنجاب میں ماحولیاتی پروٹیکشن فورس قائم ہوگی جو قوانین پر عمل یقینی بنائے گی۔ سنگل یوز پلاسٹک پر پابندی اور تعمیرات کے دوران دھول پر قابو کے اقدامات لازم ہوں گے۔ یہ اقدامات شہروں کو صاف اور پائیدار بنانے کی جانب اہم قدم ہیں۔ اس دورے کے نتیجے میں پنجاب نہ صرف جاپان کے تجربات اور ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھائے گا بلکہ عالمی سرمایہ کاروں کے لیے پرکشش خطہ بھی بنے گا۔

وزیراعلیٰ نے سرمایہ کاروں کو یقین دلایا کہ شفافیت اور سرمایہ کار دوست پالیسیوں کے تحت ان کے سرمائے کو محفوظ اور منافع بخش مواقع ملیں گے۔ یہ دورہ پنجاب کی ترقی کے لیے نئے راستے کھولتا ہے اور پاکستان کی مثبت شبیہ اجاگر کرتا ہے۔ یوکوہاما کے ساتھ تعاون، جدید ٹرانسپورٹ، رہائشی منصوبے، فضلہ سے توانائی اور سرمایہ کاری کے مواقع مل کر پنجاب کو ایک صاف ستھرا، ماحول دوست اور عوامی بہبود پر مبنی ترقی کا ماڈل بنا سکتے ہیں۔ یہ عوام کے لیے ایک نئی صبح کی نوید ہے جس میں عالمی تعاون اور مقامی عزم مل کر ترقی کی نئی تاریخ رقم کریں گے۔

ملتان: دریائے چناب کے سیلابی ریلے نے جلالپور پیروالا میں تباہی مچادی، ہزاروں افراد متاثر

ملتان: دریائے چناب کا سیلابی پانی تحصیل جلالپور پیروالا میں تباہی مچاتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہے اور شہر کو بدستور خطرہ لاحق ہے۔ حکام کا کہنا ہے کہ حفاظتی بندوں کو مضبوط کرنے کی کوششیں جاری ہیں، تاہم پانی کی سطح خطرناک حد تک بلند ہو چکی ہے۔ سیلابی صورتِ حال کے باعث ملتان، میانوالی، راولپنڈی سیکشن پر ریلوے ٹریک متاثر ہوا ہے جس کے بعد ٹرینوں کی آمد و رفت معطل کر دی گئی ہے۔ ترجمان ریلوے کے مطابق تھل ایکسپریس اور مہر ایکسپریس تاحکم ثانی بند کر دی گئی ہیں۔ ریسکیو حکام کے مطابق جلالپور پیروالا میں سیلاب متاثرین کو نکالنے کے دوران ایک کشتی الٹ گئی جس میں 19 افراد سوار تھے۔ خوش قسمتی سے 18 افراد کو بچا لیا گیا، تاہم ایک شخص بدستور لاپتہ ہے جس کی تلاش جاری ہے۔ ریسکیو ٹیم متاثرین کو موضع دراب پور سے محفوظ مقام پر منتقل کر رہی تھی۔ اس سے قبل مظفرگڑھ کی تحصیل علی پور میں بھی بدھ کی شام سیلاب متاثرین کی کشتی ڈوبنے کا واقعہ پیش آیا، تاہم کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ ریلیف کمشنر پنجاب ندیم جاوید کے مطابق صرف جلالپور پیروالا اور گردونواح میں سیلاب سے تقریباً ڈیڑھ لاکھ افراد متاثر ہوئے ہیں۔ متعدد دیہات زیرِ آب آ چکے ہیں اور ہزاروں افراد عارضی کیمپوں یا رشتہ داروں کے گھروں میں پناہ لینے پر مجبور ہیں۔ سیلاب زدہ علاقوں میں ریسکیو آپریشن کے دوران فوج اور سول ڈیفنس کی ٹیمیں بھی شریک ہیں، جو کشتیوں کے ذریعے پھنسے ہوئے افراد کو درختوں اور چھتوں سے نکال کر محفوظ مقامات تک پہنچا رہی ہیں۔ تاہم متاثرین کا کہنا ہے کہ نجی کشتیوں کے مالکان نے پہلے ہی ادائیگی کرنے والے خاندانوں کو نکال لیا، جبکہ غریب لوگ سرکاری امداد کے منتظر رہ گئے۔ ادھر محکمہ موسمیات کے مطابق راوی، چناب اور ستلج میں اونچے درجے کا سیلاب ہے اور پانی کی سطح مسلسل بلند ہو رہی ہے۔ حکام نے خبردار کیا ہے کہ پانی آئندہ دنوں میں سندھ کی طرف بڑھے گا جس سے جنوبی اضلاع میں بھی خطرہ بڑھ سکتا ہے۔ وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف نے جلالپور پیروالا کا دورہ کیا اور متاثرہ خاندانوں کے لیے معاوضے کا اعلان کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ "سیلاب سے متاثرہ ہر شخص سے کیا گیا وعدہ پورا ہوگا۔" شدید بارشوں کے بعد کراچی میں بھی سڑکیں زیرِ آب آ گئیں جبکہ ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ اگر جلالپور پیروالا شہر کو سیلابی پانی نے لپیٹ میں لے لیا تو لاکھوں افراد متاثر ہو سکتے ہیں۔

پنجاب میں سیلابی صورتحال، 19 ہزار افراد محفوظ مقامات پر منتقل

دریائے ستلج میں اونچے درجے کا سیلاب

لاہور: صوبہ پنجاب میں دریائے ستلج میں خطرناک حد تک پانی کے بہاؤ کے بعد حکومت نے متعدد اضلاع میں ہائی الرٹ جاری کرتے ہوئے بڑے پیمانے پر انخلا کی کارروائی شروع کر دی ہے۔ صوبائی ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (پی ڈی ایم اے) کے مطابق اب تک 19 ہزار سے زائد افراد کو محفوظ مقامات پر منتقل کیا جا چکا ہے۔ بورڈ آف ریونیو کی ہائیڈرولوجیکل رپورٹ کے مطابق گنڈا سنگھ والا پر دریائے ستلج کا بہاؤ 1,29,866 کیوسک ریکارڈ کیا گیا جو اگلے 48 گھنٹے تک خطرناک صورتحال پیدا کر سکتا ہے۔ اسی تناظر میں قصور، اوکاڑہ، پاکپتن، بہاولنگر اور وہاڑی سمیت متعدد اضلاع میں ہائی الرٹ جاری کیا گیا ہے۔ ریسکیو 1122 کے ترجمان فاروق احمد نے بتایا کہ دریائے ستلج اور راوی کے کناروں پر بسنے والے لوگوں کا انخلا اولین ترجیح ہے، اور اب تک 19,947 شہریوں کو مختلف متاثرہ علاقوں سے نکالا جا چکا ہے۔ صوبائی وزیر اور چیئرمین کابینہ کمیٹی برائے ڈیزاسٹر مینجمنٹ خواجہ سلمان رفیق نے کہا کہ شہریوں کے تحفظ کے لیے تمام وسائل بروئے کار لائے جا رہے ہیں۔ انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ ریسکیو اداروں کے ساتھ مکمل تعاون کریں اور دریاؤں کے قریب تفریحی سرگرمیوں سے گریز کریں۔ محکمہ موسمیات نے 24 سے 27 اگست کے دوران پنجاب کے بالائی علاقوں سمیت ملک کے دیگر حصوں میں مون سون بارشوں کا نیا اور شدید سلسلہ متوقع قرار دیا ہے، جس کے باعث اگلے 96 گھنٹے نہایت اہم ہیں۔ ریلیف کمشنر پنجاب نبیل جاوید کے مطابق حساس علاقوں میں ریسکیو ٹیمیں پہلے ہی تعینات کر دی گئی ہیں جبکہ امدادی کیمپ فعال کر دیے گئے ہیں، جہاں ادویات، ویکسین اور دیگر بنیادی سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں۔

پنجاب حکومت کا نیا اقدام: صفائی بل اور کچرا پھینکنے پر بھاری جرمانے

رہائشی و کمرشل پراپرٹی مالکان کو اگلے ماہ صفائی کے بل جاری ہوں گے

لاہور: پنجاب کے پوش علاقوں کے رہائشی اور دکاندار یکم ستمبر سے صفائی کے بل وصول کرنا شروع کر دیں گے۔ ان علاقوں کو بعد ازاں زیرو ویسٹ زون قرار دیا جائے گا اور کوڑا کرکٹ پھینکنے والوں پر جرمانے بھی عائد ہوں گے۔ لاہور ویسٹ مینجمنٹ کمپنی (ایل ڈبلیو ایم سی) کے چیف ایگزیکٹو بابر صاحب دین نے بتایا کہ گلبرگ، جوہر ٹاؤن، مسلم ٹاؤن، نیو مسلم ٹاؤن، شادمان، فیصل ٹاؤن، گارڈن ٹاؤن، ایریال اسکیم اور کینال روڈ، مال روڈ اور جیل روڈ سے متصل علاقوں کے رہائشی و کمرشل پراپرٹی مالکان کو اگلے ماہ صفائی کے بل جاری ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ نجی ہاؤسنگ سوسائٹیاں اس نظام سے مستثنیٰ ہوں گی کیونکہ ان کے اپنے کوڑا کرکٹ ٹھکانے لگانے کے انتظامات موجود ہیں۔ "یہ فیصلہ کافی عرصے سے زیرِ غور تھا، اور بالآخر حکومت نے صفائی فیس لاگو کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ صفائی کے معیار کو بہتر بنایا جا سکے،" انہوں نے مزید کہا۔ ایل ڈبلیو ایم سی کے ترجمان کے مطابق جو افراد اپنے بل ادا نہیں کریں گے ان کی کوڑا کرکٹ اٹھانے کی سروس دو ماہ بعد معطل کر دی جائے گی۔ اس کے علاوہ غیر قانونی طور پر کچرا پھینکنے والوں پر بھاری جرمانے عائد ہوں گے اور ان کے خلاف ایف آئی آر بھی درج ہو سکتی ہے۔ فیس کی کیٹیگریز کے مطابق پانچ مرلہ مکان پر ماہانہ 300 روپے، 10 مرلہ تک کے گھروں پر 500 روپے، جبکہ ایک کنال اور اس سے بڑے گھروں کے لیے 1,000 روپے مقرر کیے گئے ہیں۔ کمرشل مقامات کے لیے یہ فیس کاروبار کی نوعیت اور حجم کے لحاظ سے 500 روپے سے 3,000 روپے تک ہوگی۔ دیہی علاقوں کے گھروں کے لیے 200 روپے فیس تجویز کی گئی ہے۔ بابر صاحب دین نے کہا کہ ملتان، ڈیرہ غازی خان، بہاولپور، ساہیوال، فیصل آباد اور سرگودھا کے پوش علاقوں میں بھی جلد ہی یہ بل جاری کر دیے جائیں گے اور ان علاقوں کو بھی زیرو ویسٹ زون قرار دیا جائے گا۔ انہوں نے خبردار کیا کہ انفورسمنٹ انسپکٹرز اور ان کی ٹیمیں جلد ہی ان علاقوں کا دورہ شروع کریں گی اور اگر کسی کو کوڑا پھینکتے ہوئے پایا گیا تو فوری طور پر جرمانہ عائد کر دیا جائے گا۔ ان کے مطابق اس نظام کا مقصد صرف کوڑا کرکٹ کے نظام کو پائیدار بنانا نہیں بلکہ عوام میں صفائی کے حوالے سے ذمہ داری اور احساسِ ملکیت کو بھی اجاگر کرنا ہے۔

رحیم یار خان: کھلے مین ہول میں گرنے سے کمسن بچی جاں بحق

یہ واقعہ گزشتہ دو ماہ میں اپنی نوعیت کا تیسرا حادثہ ہے۔

رحیم یار خان: اسلامیہ کالونی میں کھلے مین ہول میں گرنے سے ایک کمسن بچی جاں بحق ہو گئی۔ یہ افسوسناک واقعہ جمعہ کی شب پیش آیا جب دو سالہ بچی ملیکہ گلی میں کھیلتے ہوئے مین ہول میں جا گری۔ اہل علاقہ کا کہنا ہے کہ اس مین ہول کا ڈھکن کافی عرصے سے غائب تھا اور انتظامیہ نے بارہا توجہ دلانے کے باوجود کوئی اقدام نہیں کیا۔ واضح رہے کہ حال ہی میں ضلع کے سیوریج اور واٹر سپلائی کا نظام میونسپل کمیٹی سے واسا کے حوالے کیا گیا تھا۔ میونسپل کمیٹی کے ایک ذرائع نے بتایا کہ پانچ ملین روپے کے مین ہول کورز کے لیے کچھ عرصہ پہلے ٹینڈر جاری کیا گیا تھا مگر عملی طور پر کچھ نہیں کیا گیا۔ ڈپٹی کمشنر خرم پرویز نے متاثرہ خاندان سے تعزیت کی اور تین دن میں ذمہ داری طے کرنے کے لیے انکوائری کمیٹی تشکیل دے دی۔ تاہم ایڈمنسٹریٹر ایم سی اے ڈی سی جی عرفان انور، چیف میونسپل آفیسر رانا محمود احمد اور سب انجینئر کامران سے مؤقف لینے کی کوشش کی گئی لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایم ڈی واسا رحیم یار خان، شعیب فیاض کا کہنا تھا کہ مین ہول کورز لگانا دراصل میونسپل کمیٹی کی ذمہ داری ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ مالی وسائل کی کمی کے باعث یہ مسائل حل نہیں ہو سکے، لیکن مستقبل میں واسا اس پر نظر رکھے گی۔ یہ واقعہ گزشتہ دو ماہ میں اپنی نوعیت کا تیسرا حادثہ ہے۔ اس سے قبل نیازی کالونی میں ایک بچہ کھلے مین ہول میں گر کر جاں بحق ہو گیا تھا جبکہ ایک اور بچے کو مقامی افراد نے بچا لیا تھا۔ وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز نے کمسن ملیکہ کی ہلاکت پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ اس سانحے کے ذمہ داروں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ انہوں نے کمشنر بہاولپور سے واقعے کی فوری رپورٹ طلب کر لی ہے۔

لاڑکانہ: بلاول بھٹو زرداری نے سیلاب متاثرین میں گھروں اور زمینوں کے مالکانہ حقوق کے کاغذات تقسیم کیے

سید عامر علی شاہ

لاڑکانہ: پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین بلاول بھٹو زرداری نے ہفتہ کے روز رتوڈیرو کے قریب خیر محمد بروہی گاؤں میں سندھ پیپلز ہاؤسنگ فار فلڈ افیکٹیز منصوبے کے تحت تعمیر شدہ اور زیرِ تعمیر گھروں کے مالکانہ حقوق کے کاغذات سیلاب متاثرین میں تقسیم کیے۔ اس موقع پر رکن سندھ اسمبلی فریال تالپور، پیپلز پارٹی سندھ کے صدر نثار احمد کھوڑو اور ان کے سیاسی سیکریٹری و رکن سندھ اسمبلی جمیل احمد سومرو بھی موجود تھے۔ بلاول بھٹو زرداری نے متاثرین کو کاغذات دینے سے پہلے نئے تعمیر شدہ اور زیرِ تعمیر گھروں کا معائنہ کیا۔ گاؤں کے لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ زیادہ تر مکانات تعمیر ہو چکے ہیں یا تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں۔ متاثرین نے اپنے مسائل سے انہیں آگاہ کیا جس پر انہوں نے فوری حل کی ہدایات جاری کیں۔ انہوں نے کہا کہ: شہید محترمہ بینظیر بھٹو نے عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان فراہم کرنے کا وعدہ کیا تھا، اور آج سندھ کی پیپلز پارٹی حکومت یہ وعدہ پورا کر رہی ہے۔ بلاول بھٹو زرداری نے مزید کہا کہ کوشش کی جا رہی ہے کہ گھروں کے مالکانہ کاغذات خواتین کے نام پر جاری کیے جائیں، کیونکہ یہ بھی ان کی والدہ کا خواب تھا۔ انہوں نے کہا کہ جیسے ایک ماں اپنے بیٹے اور بیٹی کا خیال رکھتی ہے، ویسے ہی پیپلز پارٹی عوام کی خدمت کے لیے پرعزم ہے۔ انہوں نے ہدایت دی کہ یہ مکانات جلد از جلد مکمل کیے جائیں۔ ساتھ ہی انہوں نے اعلان کیا کہ سندھ حکومت ایک نئے منصوبے پر بھی کام کر رہی ہے جس کے تحت سیلاب متاثرین کے گھروں کو سولر توانائی فراہم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مزید برآں، بلاول بھٹو زرداری نے کہا کہ حکومت ان گھروں میں صفائی ستھرائی کی سہولیات بھی شامل کرے گی تاکہ متاثرین کی مشکلات کم کی جا سکیں۔ بعد ازاں، چیئرمین پیپلز پارٹی شہید پولیس کانسٹیبل منیر علی سومرو کے اہلِ خانہ سے ان کے گاؤں زنگیجہ میں تعزیت کے لیے بھی گئے۔ منیر سومرو 18 جولائی کو ڈاکوؤں کے ایک گروہ کے خلاف کارروائی کے دوران شہید ہوئے تھے۔

> شہید محترمہ بینظیر بھٹو نے عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان فراہم کرنے کا وعدہ کیا تھا، اور آج سندھ کی پیپلز پارٹی حکومت یہ وعدہ پورا کر رہی ہے۔

کراچی واٹر اینڈ سیوریج کارپوریشن کی ورلڈ بینک کے اشتراک سے شہر بھر میں پانی کے معیار کی جانچ مہم کا آغاز

شازیہ سعید

کراچی واٹر اینڈ سیوریج کارپوریشن اور کراچی واٹر اینڈ سیوریج سروسز امپروومنٹ پراجیکٹ نے ورلڈ بینک کے تعاون سے شہر بھر میں پانی کے معیار کی جانچ کی ایک جامع مہم کا آغاز کیا ہے۔ یہ مہم ادارے کے "پروجیکٹ ڈویلپمنٹ آبجیکٹیو – 1 (PDO-1)" کے تحت شروع کی گئی ہے جس کا مقصد کراچی کے شہریوں کو صاف اور محفوظ پانی کی فراہمی کو یقینی بنانا اور عوامی صحت کے تحفظ کو فروغ دینا ہے۔ یہ مہم یکم جولائی 2025 سے شروع ہو کر 24 جولائی 2025 تک جاری رہی۔ اس دوران KW&SC کی قیادت میں شہر کے مختلف اہم مقامات سے پانی کے 177 نمونے حاصل کیے گئے جن میں پمپنگ اسٹیشنز، ریزروائرز اور فلٹریشن پلانٹس شامل تھے۔ نمونوں کے حصول اور جانچ کے عمل کی نگرانی سینئر افسران اور چیف کیمسٹ نے خود کی تاکہ درستگی، شفافیت اور ڈیٹا کی معیاری ریکارڈنگ کو یقینی بنایا جا سکے۔ اس مہم کے اہم مقاصد میں پانی میں آلودگی کے ذرائع کی نشاندہی اور ان کا تدارک، شہر کے مختلف علاقوں سے معیارِ آب کا بنیادی ڈیٹا مرتب کرنا، شفاف نگرانی کو فروغ دینا، اور مستقبل کی بنیادی ڈھانچے میں سرمایہ کاری کے لیے سائنسی بنیادوں پر فیصلے کرنا شامل ہیں۔ اس مہم میں جدید ٹیکنالوجی، جیسے ریئل ٹائم ڈیجیٹل ٹریکنگ سسٹمز اور جدید ٹیسٹنگ آلات کا استعمال کیا گیا، جس سے پانی کی فوری جانچ اور درست رپورٹنگ کو ممکن بنایا گیا۔ یہ اقدامات کراچی جیسے بڑے اور پیچیدہ شہر میں پانی کی فراہمی کے نظام کو بہتر بنانے کی جانب ایک اہم پیش رفت کی نمائندگی کرتے ہیں جہاں بوسیدہ نظام، آبادی میں اضافہ اور ماحولیاتی مسائل پانی کی آلودگی کا باعث بن رہے ہیں۔

اس مہم کے ذریعے نہ صرف موجودہ پانی کے معیار کی جانچ کی جا رہی ہے بلکہ KW&SC نے مستقبل میں پانی کے نظام کی مکمل اصلاح اور جدید بنانے کا بھی عزم ظاہر کیا ہے۔ ان اہداف میں پائیدار طریقہ کار کو پانی کی صفائی اور تقسیم کے نظام میں شامل کرنا، ڈیجیٹل نگرانی کے دائرہ کار کو بڑھانا، ادارے کی تکنیکی صلاحیت کو مضبوط بنانا اور عوام میں پانی کی حفاظت سے متعلق شعور بیدار کرنا شامل ہے۔ ورلڈ بینک کے ساتھ KW&SC کی شراکت داری اس مہم کی کامیابی کا ایک اہم پہلو ہے، جو کراچی میں شہری انفراسٹرکچر کو بہتر بنانے اور پائیدار شہری ترقی کے لیے ادارے کی سنجیدگی کو ظاہر کرتی ہے۔ KW&SC کے سی ای او، جناب احمد علی صدیقی نے اس مہم کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا: کراچی کے ہر گھر تک محفوظ اور صاف پانی کی فراہمی ہماری اولین ترجیح ہے۔ یہ مہم صرف پانی کی جانچ تک محدود نہیں بلکہ پورے نظام کو جدید خطوط پر استوار کرنے کی ایک جامع کوشش ہے۔ ہم عوامی صحت کے تحفظ اور معیاری خدمات کی فراہمی کے لیے پرعزم ہیں۔" یہ مہم نہ صرف صحت عامہ پر مثبت اثرات مرتب کرے گی بلکہ پانی سے پیدا ہونے والی بیماریوں میں کمی لانے میں بھی مدد دے گی۔ ادارے کی اس مہم سے KW&SC ایک جدید، شفاف اور خدمت گزار ادارے کے طور پر اپنی شناخت کو مستحکم کر رہا ہے، جو مستقبل میں کراچی کے شہریوں کو بہتر سہولیات کی فراہمی کے لیے کلیدی کردار ادا کرے گا۔

کراچی کے عوام کے لیے خوشخبری: حب ڈیم تقریباً بھر گیا
پانی کے بحران میں کمی کا امکان

کراچی: حالیہ مون سون بارشوں کے نتیجے میں حب ڈیم میں پانی کی سطح میں نمایاں اضافہ ہوا ہے، جس سے کراچی میں جاری پانی کے بحران میں بڑی حد تک کمی آنے کی امید پیدا ہو گئی ہے۔ سرکاری ذرائع کے مطابق پانی کی سطح 322 فٹ سے بڑھ کر 333 فٹ تک پہنچ گئی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ڈیم کی زیادہ سے زیادہ گنجائش 339 فٹ ہے اور اگر پانی اس سطح تک پہنچ گیا تو یہ ڈیم کراچی کے مغربی، کیماڑی اور وسطی اضلاع کو تین سال تک پانی فراہم کرنے کے قابل ہوگا۔ فی الحال ڈیم مزید چھ فٹ پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش رکھتا ہے۔ کراچی کو روزانہ 1,200 ملین گیلن پانی کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن اس وقت شہر کو صرف تقریباً 650 ملین گیلن پانی فراہم کیا جا رہا ہے۔ حب ڈیم کیماڑی اور مغربی اضلاع کو تقریباً 100 ملین گیلن پانی مہیا کرتا ہے، جبکہ باقی ضرورت کینجھر جھیل سے پوری کی جاتی ہے۔ اہلکاروں نے بتایا کہ اگر بارشوں کا سلسلہ جاری رہا تو ڈیم آئندہ چند دنوں میں اپنی پوری گنجائش تک پہنچ سکتا ہے، جس کے بعد پانی کو اسپل وے کے ذریعے خارج کیا جائے گا تاکہ ڈیم محفوظ رہے۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ 1981 میں مکمل ہونے والا حب ڈیم 24,300 ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے اور اب تک 12 مرتبہ اپنی گنجائش تک بھر چکا ہے۔ گزشتہ سال یہ یکم ستمبر کو فل لیول پر پہنچا تھا اور اسپل وے کھولا گیا تھا۔ حکام نے پانی کی سطح میں اس اضافے کو کراچی واٹر اینڈ سیوریج کارپوریشن اور شہر کے باسیوں کے لیے حوصلہ افزا خبر قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ذخائر پانی کے نظام کو مستحکم بنانے اور شہریوں کو ریلیف فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کریں گے۔

کراچی، حیدرآباد کے ترقیاتی منصوبے: وفاق نے ایم کیو ایم کے لئے 20 ارب روپے جاری کر دیئے

وفاقی حکومت نے کراچی اور حیدرآباد کے ترقیاتی منصوبوں کے لئے ایم کیو ایم پاکستان کو 20 ارب روپے جاری کر دیئے ہیں۔ ذرائع کے مطابق کراچی کے لئے 15 ارب اور حیدرآباد کے لئے 5 ارب روپے مختص کیے گئے ہیں۔ ایم کیو ایم کے ارکانِ قومی اسمبلی نے اپنے اپنے حلقوں کی اسکیمیں پاکستان انفرا اسٹرکچر ڈویلپمنٹ کمپنی لمیٹڈ (پی آئی ڈی سی ایل) کے پاس جمع کرائی تھیں، جن کی جانچ پڑتال مکمل کر لی گئی ہے۔ ان منصوبوں میں فلائی اوورز، پانی و سیوریج سسٹم، سڑکوں کی تعمیر و مرمت سمیت عوامی سہولتوں کے دیگر منصوبے شامل ہیں۔ پی آئی ڈی سی ایل ذرائع نے فنڈز کی منتقلی کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا کہ ایکنک سے منظوری کے بعد جلد ٹینڈرنگ کا عمل شروع ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی مسلم لیگ (ن) کے خیبر پختونخوا سے تعلق رکھنے والے ارکانِ قومی اسمبلی کے لئے بھی 3 ارب روپے کا فنڈ جاری کیا گیا ہے، جبکہ سیپ مد میں 3 ارب روپے مزید منتقل ہوئے ہیں، یوں کل 26 ارب روپے جاری ہو چکے ہیں۔ کراچی میں ایم کیو ایم کے ارکان کو سیپ کے تحت پہلے ہی فی رکن 25 کروڑ روپے کا فنڈ دیا جا چکا ہے، جن میں سے 400 اسکیموں میں سے تقریباً 100 پر ٹینڈرنگ اور ٹھیکیداروں کو ورک آرڈر جاری کرنے کا عمل مکمل ہو چکا ہے۔ ذرائع کے مطابق آنے والے دنوں میں کراچی اور حیدرآباد میں بڑے پیمانے پر ترقیاتی کاموں کا آغاز متوقع ہے۔

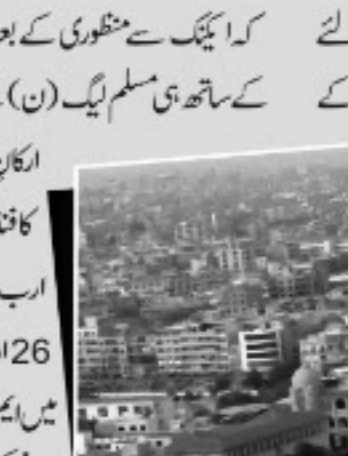

کے ایم سی کی تاریخ ساز پیش رفت، الیکٹرک بائیکس کا گرین فلیٹ متعارف

کے ایم سی ملک کی پہلی میونسپلٹی بن گئی جس نے الیکٹرک بائیکس کا گرین فلیٹ متعارف کرایا۔ میئر کراچی نے منصوبے کا افتتاح کرتے ہوئے ابتدائی مرحلے میں مختلف محکموں کے ڈسپیچ رائیڈرز کو 20 بائیکس فراہم کیں۔ اس موقع پر منعقدہ تقریب میں میئر نے ملازمین کو بائیکس کی چابیاں بھی دیں۔ میئر کراچی نے کہا کہ خواتین افسران کے لیے پنک بائیکس مختص کی جائیں گی تاکہ انہیں آمد و رفت میں سہولت میسر ہو۔ انہوں نے واضح کیا کہ آئندہ کے ایم سی میں کوئی پیٹرول بائیک نہیں خریدی جائے گی۔ خطاب میں میئر نے دعویٰ کیا کہ شہر کے تمام نالوں کے چوکنگ پوائنٹس کلیئر کر دیے گئے ہیں اور کریم آباد انڈر پاس سے پانی نکال دیا گیا ہے۔ ایک سوال پر ان کا کہنا تھا کہ سرکاری ملازم کو ہڑتال کے بجائے سرکار کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیے، جو افسر یا اہلکار کام نہیں کرے گا اسے شوکاز نوٹس دیا جائے گا۔

کراچی: شاہراہ بھٹو کا حصہ سیلابی پانی میں بہہ گیا، ماہرین کے خدشات درست ثابت؟

کراچی کی ملیر ندی میں زیرِ تعمیر شاہراہ بھٹو کا ایک حصہ حالیہ بارشوں کے دوران سیلابی ریلے میں بہہ گیا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں ماہرین نے برسوں پہلے خبردار کیا تھا کہ ندی کے اندر سڑک کی تعمیر قدرتی بہاؤ میں رکاوٹ اور شدید کٹاؤ کا باعث بنے گی۔ کورنگی کراسنگ سے ایم-9 کاٹھور تک 39 کلو میٹر طویل شاہراہ بھٹو سندھ حکومت کا 55 ارب روپے کا فلیگ شپ منصوبہ ہے۔ تاہم، جام گوٹھ کے مقام پر سیلابی پانی کے دباؤ سے تقریباً 150 فٹ مکمل کارپیٹڈ حصہ بہہ گیا۔ ذرائع کے مطابق منصوبے کی بھرائی کے لیے باہر سے سخت مٹی لانے کے بجائے ندی کے اندر سے ہی نرم ریت کھود کر استعمال کی گئی۔ اس عمل سے ندی کے اندر 30، 30 فٹ گہرے گڑھے پڑ گئے جو حالیہ بارشوں میں پانی کے کٹاؤ سے بھرائی کو بہا لے گئے۔ ماہرین نے واضح کیا ہے کہ دریا یا ندی کے قدرتی راستوں میں بننے والے منصوبے ہمیشہ خطرے سے دوچار رہتے ہیں۔ تعمیراتی کمپنی کے ملازمین کے مطابق، سیلابی ریلوں سے نہ صرف سڑک کا حصہ بہہ گیا بلکہ ندی میں موجود تعمیراتی مشینری کو بھی شدید نقصان پہنچا ہے۔ ادھر محکمہ موسمیات نے خبردار کیا ہے کہ سندھ میں مون سون سسٹم مزید شدت اختیار کر کے ڈیپ ڈپریشن میں تبدیل ہو رہا ہے، جس سے اگلے چند روز میں مزید بارشوں اور سیلابی خطرات میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

خیبر پختونخوا کا این ایف سی ایوارڈ میں قبائلی اضلاع کی محرومیوں کا معاملہ اٹھانے کا فیصلہ

نثار محسود

پشاور: خیبر پختونخوا حکومت نے قومی مالیاتی کمیشن (این ایف سی) کے حال ہی میں تشکیل دیے گئے 11ویں ایوارڈ میں قبائلی اضلاع کی معاملہ اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے۔

22 اگست کو وفاقی حکومت نے 11واں این ایف سی تشکیل دیا ہے تا کہ مرکز اور صوبوں کے درمیان وفاقی وسائل کی نئی تقسیم طے کی جاسکے۔ خیبر پختونخوا سے این ایف سی کے رکن ڈاکٹر مشرف رسول سیان نے کہا کہ فاٹا کے خیبر پختونخوا میں انضمام کے بعد صوبے کو 7ویں این ایف سی ایوارڈ کے تحت قبائلی اضلاع کا حصہ نہیں ملا، جو فی الحال نافذ العمل ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ناانصافی درست کرنا ضروری ہے اور قبائلی اضلاع کے حصے کو یقینی بنانا ہماری پہلی ترجیح ہے۔ ڈاکٹر سیان نے مزید کہا کہ فاٹا گزشتہ 70 برسوں سے ترقیاتی طور پر نظرانداز رہا ہے اور اس کا فی کس سرمایہ کاری ملک کے دیگر حصوں سے نصف سے بھی کم ہے۔ ان کے مطابق ان اضلاع میں سرمایہ کاری امن، سلامتی اور ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔ انہوں نے بلوچستان کے لیے شروع کیے گئے "آغازِ تحفظِ حقوق" پیکج کی طرز پر قبائلی اضلاع کے لیے خصوصی ترقیاتی پیکج تجویز کیا اور کہا کہ ان اضلاع میں ابتدائی طور پر 1.2 کھرب روپے کی فنڈنگ کی کمی ہے۔ انہوں نے وفاقی حکومت کی مالی مشکلات پر بات کرتے ہوئے کہا کہ مرکز کے پاس وسائل کم رہ جانے کا ایک بڑا سبب فیڈرل بورڈ آف ریونیو (ایف بی آر) کی ناقص ٹیکس وصولی ہے۔ ان کے مطابق اگر ایف بی آر اپنی کارکردگی بہتر بنائے تو وفاقی حکومت کو وسائل کی کمی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا کے مشیر برائے خزانہ مزمل اسلم نے کہا کہ 7ویں سے 10ویں این ایف سی تک تقسیم کا طریقہ کار فاٹا کے انضمام کے باوجود برقرار رہا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ آبادی، جغرافیہ اور پسماندگی کے مطابق این ایف سی کو از سرِ نو ترتیب دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعلیٰ علی امین گنڈا پور کئی ماہ سے اس معاملے کو اٹھا رہے ہیں اور اس مقصد کے لیے صوبائی حکومت نے اسلام آباد میں قومی سطح کا سیمینار بھی منعقد کیا۔ وزیر اعلیٰ نے کونسل آف کامن انٹرسٹ اور نیشنل اکنامک کونسل میں بھی این ایف سی کا معاملہ اٹھایا، جہاں وزیر اعظم نے اگست میں این ایف سی اجلاس بلانے کی یقین دہانی کرائی تھی۔ صوبائی حکومت کے مطابق 2019 سے 2024 کے دوران وفاق نے خیبر پختونخوا کو این ایف سی کے تحت 14.62 فیصد شرح سے 3.046 کھرب روپے دیے، لیکن اصل حق 19.64 فیصد یعنی 4.092 کھرب روپے تھا۔ اس طرح صوبے کو 1.046 کھرب روپے کی کمی کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر اس دوران وفاق کی طرف سے دیے گئے 437 ارب روپے کے گرانٹس نکال دیے جائیں تو صوبے کو گزشتہ چھ سالوں میں 609 ارب روپے سے زائد کی کمی کا سامنا کرنا پڑا۔ مزید یہ کہ وفاق کی جانب سے "قبائلی دہائی حکمت عملی" کے تحت 10 سالوں میں ہر سال 100 ارب روپے فراہم کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا، لیکن اب تک 568 ارب روپے کی کمی رہ گئی ہے۔ اسی طرح 2019 سے اب تک صوبائی حکومت نے قبائلی اضلاع میں 372 ارب روپے اخراجات کیے، جبکہ وفاق کی طرف سے صرف 331 ارب روپے دیے گئے، جس سے 41.4 ارب روپے کا خسارہ پیدا ہوا۔

پشاور: بلدیاتی نظام کی بہتری کے لیے اصلاحات کی سفارشات

پشاور میں ایک مشاورتی اجلاس کے دوران مختلف اسٹیک ہولڈرز پر مشتمل ایڈووکیسی پینل نے صوبے میں بلدیاتی نظام کے مؤثر اور خودمختار انداز میں کام کو یقینی بنانے کے لیے متعدد اصلاحات کی سفارش کی۔ یہ اجلاس بلیو وینز تنظیم نے "Strengthening Local Government to Promote Democracy in Pakistan" کے تحت منعقد کیا، جس میں وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا کے معاونِ خصوصی برائے آبادی لیاقت علی خان، ڈسٹرکٹ ڈویلپمنٹ ایڈوائزری کمیٹی پشاور کے چیئرمین و رکنِ صوبائی اسمبلی شیر علی آفریدی، رکن صوبائی اسمبلی شاہدہ اور بلدیاتی نمائندگان شریک ہوئے۔ آواز سی ڈی ایس پاکستان کے چیف ایگزیکٹو ضیاء الرحمٰن نے سول سوسائٹی کے وائٹ پیپر "Pioneer Paradox" کا اجرا کیا، جس میں خیبر پختونخوا میں بلدیاتی حکومتوں کی 2024-25 کی کارکردگی، چیلنجز، بجٹ مسائل اور مالی مشکلات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا۔ شرکاء نے بلدیاتی اداروں کی کارکردگی میں موجود خلا اور انہیں مضبوط بنانے کے لیے حکمتِ عملی پر مباحثہ کیا۔ اپنی پریزنٹیشن میں ضیاء الرحمٰن نے کہا کہ خیبر پختونخوا ہمیشہ بلدیاتی اصلاحات کے حوالے سے آگے رہا ہے، خاص طور پر اٹھارویں آئینی ترمیم کے بعد جب آرٹیکل 140-A کے تحت اختیارات کی نچلی سطح پر منتقلی لازم قرار دی گئی۔ تاہم عملی طور پر یہ عمل سیاسی و انتظامی رکاوٹوں کے باعث کمزور رہا۔ انہوں نے کہا کہ تحریکِ انصاف نے بلدیاتی اصلاحات کی حمایت کا دعویٰ تو کیا، لیکن اکثر اس پر عملدرآمد اس کے برعکس رہا، جس کی وجہ سے اختیارات اور وسائل پر گراس روٹ سطح پر سیاسی کشمکش بڑھی، جو 2021-22 کے بلدیاتی انتخابات کے بعد مزید شدت اختیار کر گئی۔ اجلاس میں تجویز دی گئی کہ موجودہ منتخب بلدیاتی نمائندوں کو فوری طور پر فعال اختیارات دیے جائیں تاکہ ان کا مینڈیٹ مؤثر ہو سکے، کیونکہ ان کی مدت وسط 2026 میں مکمل ہوگی۔ مزید یہ کہ صوبائی حکومت کو 23 مئی 2025 کے پشاور ہائی کورٹ کے تاریخی فیصلے پر مکمل عملدرآمد کرنا ہوگا، جس کے مطابق 2022 کی ترامیم غیر آئینی قرار دی گئی تھیں۔ اس فیصلے کے تحت انتظامی اختیارات میئرز اور چیئرمینز کو منتقل کیے جائیں جیسا کہ بنیادی بلدیاتی قانون میں درج ہے۔ رکن صوبائی اسمبلی شیر علی آفریدی نے کہا کہ سابقہ فاٹا کے انضمام کے بعد صوبے کو آبادی کے اضافے اور محدود مالی وسائل کی وجہ سے انتظامی و حکمرانی کے مسائل کا سامنا ہے۔ تاہم امید ہے کہ نئے نیشنل فنانس کمیشن (این ایف سی) ایوارڈ کے تحت صوبے کو اضافی حصہ ملے گا جس سے مسائل حل ہو سکیں گے۔

سوات، لوئر دیر: یومِ آزادی کی تیاریوں کے سلسلے میں صفائی مہمات کا آغاز

سوات/لوئر دیر: سوات اور لوئر دیر میں ہفتہ کے روز صفائی مہمات کا آغاز کیا گیا تاکہ شہریوں کو یومِ آزادی سے قبل صاف ستھرا ماحول فراہم کیا جاسکے۔ واٹر اینڈ سینیٹیشن سروسز کمپنی (WSSC) سوات نے مینگورہ شہر میں دو ہفتوں پر مشتمل صفائی مہم کا آغاز کیا۔ اس مہم کا افتتاح صوبائی وزیر لائیو سٹاک فشریز فضل حکیم خان یوسفزئی اور سوات کے سٹی میئر شاہد علی خان نے ایک تقریب کے دوران کیا۔ تقریب کے موقع پر آگاہی واک بھی منعقد ہوئی جس میں عوام کو صفائی ستھرائی، صحت عامہ اور حفظانِ صحت کے بارے میں معلومات فراہم کی گئیں۔ اس واک میں شہریوں، سول سوسائٹی، پاکستان تحریک انصاف کے رہنماؤں و کارکنوں اور بڑی تعداد میں مقامی افراد نے شرکت کی۔ وزیر فضل حکیم یوسفزئی نے کہا کہ مینگورہ شہر کی تمام گلیاں، محلے اور سڑکیں مکمل طور پر صاف کی جائیں گی۔ سوات کے میئر شاہد علی خان نے زور دیا کہ صفائی شہر کی خوبصورتی اور شہریوں کی صحت کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور عوام کو اس مہم میں بھرپور حصہ لینا چاہیے۔ اس موقع پر صفائی ورکرز میں کٹس اور حفاظتی سامان بھی تقسیم کیا گیا۔ ڈبلیو ایس ایس سی کے سی ای او تنویر الرحمن نے کہا کہ اس مہم کا مقصد صرف شہر کی صفائی نہیں بلکہ عوام میں رویوں میں تبدیلی اور صفائی ستھرائی کے بارے میں شعور اجاگر کرنا ہے۔ دوسری جانب، تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن (TMA) تیمرگرہ اور سرباغ نے بھی خصوصی صفائی مہمات شروع کیں۔ تیمرگرہ میں 14 روزہ مہم کا آغاز تحصیل میونسپل آفیسر کاشف رشید نے کیا جنہوں نے آگاہی واک کی قیادت بھی کی۔ انہوں نے کہا کہ مہم کا مقصد گلیوں، بازاروں، عوامی مقامات اور رہائشی علاقوں کی صفائی کو یقینی بنانا ہے۔ انہوں نے شہریوں پر زور دیا کہ کچرا سڑکوں یا نالیوں میں پھینکنے کے بجائے مقررہ کوڑادان میں ڈالیں۔ اسی طرح سرباغ میں بھی ٹی ایم او امجد رضا اور تحصیل کونسل چیئرمین سعید احمد باچہ نے آگاہی واک کی قیادت کی اور صفائی عملے میں ماسک، دستانے اور پلاسٹک بیگز تقسیم کیے۔

بلوچستان

بلوچستان کو اپنا بینک ملے گا: وزیرِ اعلیٰ بلوچستان میر سرفراز بگٹی

کوئٹہ: صوبائی خود کفالت کی جانب ایک تاریخی قدم اٹھاتے ہوئے بلوچستان حکومت نے "بینک آف بلوچستان" کے قیام کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ اقدام عوام اور کاروباری برادری کے ایک پرانے مطالبے کی تکمیل ہے۔ منگل کے روز وزیر اعلیٰ بلوچستان میر سرفراز بگٹی کی زیرِ صدارت اعلیٰ سطحی اجلاس میں اس منصوبے پر ابتدائی فزیبلٹی رپورٹ پیش کی گئی جسے قابلِ عمل قرار دیا گیا۔ اجلاس میں صوبائی وزیر خزانہ میر شعیب نوشیروانی، چیف سیکریٹری شکیل قادر خان، پرنسپل سیکریٹری بابر خان اور بینکاری ماہرین شریک تھے۔ وزیر اعلیٰ نے متعلقہ حکام کو ہدایت دی کہ ایک ہفتے کے اندر جامع اور عملی منصوبہ تیار کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ "بینک آف بلوچستان" ایک انقلابی قدم ہوگا جو تاجروں، صنعت کاروں، سرمایہ کاروں اور عام عوام کو معیاری اور باآسانی دستیاب بینکاری سہولیات فراہم کرے گا۔ میر سرفراز بگٹی نے کہا کہ اس اقدام سے نہ صرف معاشی سرگرمیوں میں تیزی آئے گی بلکہ نوجوانوں کے لیے روزگار کے مواقع بھی پیدا ہوں گے۔ ان کے مطابق یہ بینک صوبائی معیشت کو مستحکم کرنے اور مقامی وسائل کے بہتر استعمال کے ذریعے ترقیاتی منصوبوں کو تیز کرنے میں سنگِ میل ثابت ہوگا۔ انہوں نے عوام کو جلد اس منصوبے کے حوالے سے خوشخبری دینے کی یقین دہانی کرائی اور کہا کہ یہ بینک ابتدائی طور پر صوبے کی ضروریات پوری کرے گا تاہم مستقبل میں قومی سطح پر بھی کردار ادا کر سکتا ہے۔ ویڈیو لنک کے ذریعے شریک بینکاری ماہرین نے اس فیصلے کو وقت کی ضرورت قرار دیتے ہوئے کہا کہ صوبائی بینک کے قیام سے ترقیاتی منصوبوں کے لیے مالی وسائل کی فراہمی ممکن ہوگی۔ واضح رہے کہ "بینک آف بلوچستان" کا آئیڈیا پہلی مرتبہ مالی سال 2007-08 کے صوبائی بجٹ میں اُس وقت کے وزیر خزانہ سید احسان شاہ نے پیش کیا تھا۔ 2017-18 کے بجٹ میں اُس وقت کے وزیر خزانہ میر ظہور احمد بلیدی نے اس منصوبے کے لیے 10 ارب روپے مختص کیے تھے، تاہم نامعلوم وجوہات کی بنا پر یہ عملی شکل اختیار نہ کر سکا۔

آرمی چیف کا تربت کا دورہ، بلوچستان کی سماجی و معاشی ترقی میں بھرپور تعاون کی یقین دہانی

فوج صوبے کے عوام کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی ہے اور ترقی و خوشحالی کے سفر میں ہر ممکن مدد فراہم کرے گی

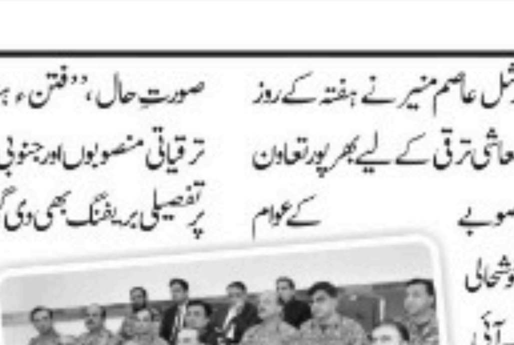

تربت: چیف آف آرمی اسٹاف فیلڈ مارشل عاصم منیر نے ہفتہ کے روز تربت کا دورہ کیا اور بلوچستان کی سماجی و معاشی ترقی کے لیے بھرپور تعاون کے عزم کا اعادہ کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ فوج صوبے کے عوام کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی ہے اور ترقی و خوشحالی کے سفر میں ہر ممکن مدد فراہم کرے گی۔ آئی ایس پی آر کے مطابق آرمی چیف نے وزیر اعلیٰ بلوچستان میر سرفراز بگٹی اور تربت کی سول انتظامیہ کے نمائندوں سے ملاقات کی، جس میں سیکیورٹی صورتِ حال، ترقیاتی منصوبوں اور سول و عسکری اداروں کے درمیان رابطے کو مزید مستحکم بنانے پر بات چیت ہوئی۔ چیف آف آرمی اسٹاف فیلڈ مارشل عاصم منیر نے کہا کہ بلوچستان کی ترقی پاکستان کی ترقی ہے اور مشترکہ سول و عسکری کوششوں سے صوبے کو امن، خوشحالی اور پائیدار ترقی کی راہ پر گامزن کیا جائے گا۔ انہوں نے اچھی طرزِ حکمرانی، انفراسٹرکچر کی بہتری اور عوام پر مبنی جامع ترقی کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ اس موقع پر آرمی چیف کو صوبے میں امن و امان کی صورتِ حال، "فتنہ ہندوستان" کے خلاف کامیاب آپریشنز، جاری ترقیاتی منصوبوں اور جنوبی بلوچستان میں سماجی و معاشی بہتری کی کوششوں پر تفصیلی بریفنگ بھی دی گئی۔ انہوں نے تربت میں تعینات فوجی جوانوں کے بلند حوصلے، آپریشنل تیاری اور ملک کے دفاع میں ان کی غیر متزلزل وابستگی کو سراہا اور کہا کہ مشکل حالات کے باوجود ان کی قربانیاں بلوچستان میں امن و استحکام کی ضمانت ہیں۔ وزیر اعلیٰ بلوچستان میر سرفراز بگٹی نے کہا کہ صوبائی حکومت ترقیاتی منصوبوں اور عوامی فلاح و بہبود کے لیے پُرعزم ہے، اور فوج کے تعاون سے بلوچستان میں معاشی مواقع اور روزگار میں اضافہ ہوگا۔ یاد رہے کہ بلوچستان حکومت نے آئندہ مالی سال 2025-26 کے بجٹ میں ترقیاتی منصوبوں کے لیے 249.50 ارب روپے مختص کیے ہیں، جبکہ حال ہی میں صوبائی کابینہ نے سیکیورٹی بہتری، اقتصادی اقدامات اور کسانوں کے لیے سبسڈی سمیت کئی عوامی منصوبوں کی منظوری دی ہے۔

پرتگال میں مقامی حکومتوں کا نظام

سیدہ معصومہ رضوی

پرتگال ایک چھوٹا سا یورپی ملک ہے جس کی کل آبادی ایک کروڑ سات لاکھ انچاس ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور اسکا کل رقبہ 35,610 مربع میل تک پھیلا ہوا ہے۔ لیکن اس کا مقامی حکومت کا نظام ہمارے جیسے ملکوں کے لیے کئی سبق رکھتا ہے۔ وہاں مقامی اداروں کو آئین کے تحت باقاعدہ تسلیم کیا گیا ہے اور انہیں عوامی خدمت کے اصل مراکز بنایا گیا ہے۔ پرتگال میں 1976 کے آئین کے تحت مقامی حکومتوں کے نظام کا ڈھانچہ تشکیل دیا گیا ہے۔ یہ آئین ملک میں کئی سطحوں پر انتظامی اور بلدیاتی اداروں کے وجود کو تسلیم کرتا ہے۔ پرتگال کے دو بڑے جزیروں آزور اور مڈیرا کو خصوصی خودمختاری حاصل ہے۔ ان خودمختار علاقوں کی اپنی اسمبلی ہے، اپنی حکومت ہے اور مقامی مسائل پر وہ خود فیصلے کر سکتے ہیں۔ تعلیم، صحت، سیاحت اور ٹیکس جیسے معاملات پر انہیں وسیع اختیارات ملے ہوئے ہیں۔

آئینی و انتظامی ڈھانچہ:

آئین کے مطابق پرتگال میں مقامی حکومت کے چار بنیادی درجے ہیں:

خودمختار خطے (آزور اور مڈیرا)

انتظامی خطے (جن پر آئینی طور پر اتفاق ہے لیکن اب تک مکمل طور پر نافذ نہیں ہوئے)

بلدیات (Concelhos / Municipalities)

محلے یا شہری یونٹس (Civil Parishes / Freguesias)

عملی طور پر ملک میں پرانے ضلع (Districts) بھی موجود ہیں، جو 1835 میں قائم کیے گئے تھے۔ ان ضلعوں کی کل تعداد 18 ہے۔ تاہم ان کی حیثیت اب زیادہ تر رسمی اور انتظامی رہ گئی ہے کیونکہ انہیں سیاسی خودمختاری حاصل نہیں ہے۔

مقامی حکومت کی سطحیں:

.1 خودمختار خطے (Autonomous Regions)

پرتگال کے دو جزیرہ نما خطے — آزور (Azores) اور مڈیرا (Madeira) کو آئین کے تحت وسیع خودمختاری حاصل ہے۔؟ ان خطوں میں:

ایک قانون ساز اسمبلی

ایک علاقائی حکومت (صدر اور سیکریٹریز کے ساتھ) موجود ہوتی ہے۔

یہ حکومتیں تعلیم، سیاحت، زراعت، ثقافت، ٹرانسپورٹ، قدرتی وسائل اور مقامی ٹیکسوں جیسے امور میں وسیع اختیارات رکھتی ہیں۔ وقت کے ساتھ مختلف آئینی ترامیم کے ذریعے ان کے اختیارات میں اضافہ ہوا ہے۔

.2 بلدیات (Municipalities)

پرتگال میں مقامی حکومت کی سب سے بڑی اکائی بلدیات (Municipalities) ہیں۔ جن کو مقامی زبان میں (Concelhos) بھی کہا جاتا ہے جن کی کل تعداد 308 ہے، جو شہروں اور قصبوں کو اپنے دائرے میں لیتی ہیں۔ یہ وہ ادارے ہیں جو مقامی سطح پر ترقیاتی منصوبوں، انفراسٹرکچر اور شہری سہولتوں کا انتظام کرتے ہیں۔

مین لینڈ پرتگال میں 278 بلدیات ہیں۔

آزور کے خودمختار علاقے میں بلدیات کی تعداد 19 ہے

مڈیرا کے خودمختار علاقے میں بلدیات کی کل تعداد 11 ہے۔

ہر بلدیہ (Municipality) اپنے سب سے بڑے شہری مرکز کے نام سے جانی جاتی ہے، لیکن اس میں کئی قصبے اور شہر شامل ہو سکتے ہیں۔ پرتگال میں بلدیاتی اداروں کا تصور صدیوں پرانا ہے اور یہ مقامی سطح پر عوامی نمائندگی کی مضبوط روایت رکھتے ہیں۔

.3 محلے (Freguesias or Civil Parishes)

بلدیات کے نیچے ایک اور سطح ہے جسے محلے (Freguesias or Civil Parishes) کہا جاتا ہے۔ پورے ملک میں تقریباً 3,091 محلے ہیں جو عوام کے بالکل قریب ہوتے ہیں۔ عام زبان میں اسکو ہمارے ہاں کی یونین کونسل سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ محلے کی کونسل ہی وہ جگہ ہے جہاں شہری اپنے روزمرہ مسائل جیسے صفائی، چھوٹے منصوبے اور مقامی ضروریات براہِ راست رکھ سکتے ہیں۔

درمیانی سطح کی حکومت:

بلدیہ اور خطے کے درمیان دوطرح کے ڈھانچے موجود ہیں:

میٹروپولیٹن ایریاز (Metropolitan Areas): پرتگال نے بڑے شہروں میں میٹروپولیٹن ایریاز بنائے بھی بنائے ہوئے ہیں جن کی تعداد اس وقت صرف دو ہے۔ میٹروپولیٹن ایریاز کا یہ نظام صرف لزبن اور پورٹو کے شہروں میں ہے۔ تاکہ بڑے شہروں اور گردونواح میں منصوبہ بندی اور ترقیاتی خدمات کے لیے ایک طرح کی حکمت عملی ہی ہو۔

بین البلدیاتی کمیونٹیز (Intermunicipal Communities): 2013 کی اصلاحات کے تحت یہ بین البلدیاتی کمیونٹیز قائم کی گئی ہیں۔ ان کی تعداد 21 ہے اور یہ کئی بلدیات کو ملا کر ترقیاتی اور پالیسی سطح پر تعاون کو فروغ دیتی ہیں۔

رجحانات اور اصلاحات:

ضلعوں کی حیثیت: دلچسپ بات یہ ہے کہ پرتگال میں "ضلع" جیسی پرانی اکائیاں اب صرف رسمی طور پر باقی ہیں۔ وہاں اصل طاقت اور وسائل بلدیات اور محلّوں کو منتقل ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پرتگال میں مقامی حکومتیں صرف کاغذی ادارے نہیں بلکہ حقیقت میں عوام کے مسائل حل کرنے والی فورمز ہیں۔

غیر مرکزیت (Decentralisation): گزشتہ دہائیوں میں اختیارات اور وسائل مرکزی حکومت سے مقامی اداروں کی طرف منتقل کیے گئے ہیں تاکہ عوامی شمولیت اور شفافیت بڑھائی جاسکے۔

یورپی اداروں میں شمولیت: پرتگال کے بلدیاتی اور علاقائی نمائندے یورپی یونین کے کمیٹی آف ریجنز (CoR) اور دیگر پلیٹ فارمز میں فعال کردار ادا کرتے ہیں۔

مقامی حکومتوں کا ڈھانچہ

حکومتی سطح	تفصیل
خودمختار خطے (2)	آزور اور مڈیرا - مکمل علاقائی اسمبلی اور حکومت
ضلع (18)	تاریخی سطح، مگر اب سیاسی اختیار نہیں
بلدیات (308)	بنیادی اکائی، عوامی نمائندہ ادارے
محلے (3091+)	سب سے نچلی سطح، روزمرہ خدمات کی انجام دہی
بین البلدیاتی برادریاں (21)	بلدیات کے درمیان مشترکہ منصوبہ بندی
میٹروپولیٹن ایریاز (2)	لزبن اور پورٹو میں میٹروپولیٹن سطح پر حکمرانی

پرتگال کا مقامی حکومت کا ڈھانچہ ایک کثیر سطحی اور غیر مرکزیت پر مبنی نظام ہے۔ جہاں ایک طرف آزور اور مڈیرا کو خودمختاری حاصل ہے، وہیں دوسری جانب بلدیات اور محلّے عوام کے قریب ترین ادارے ہیں جو روزمرہ زندگی کو متاثر کرتے ہیں۔ درمیانی سطح کے نئے ڈھانچے جیسے میٹروپولیٹن ایریاز اور بین البلدیاتی برادریاں اس نظام کو مزید مربوط بناتے ہیں۔ یورپی اداروں میں فعال شمولیت بھی پرتگال کے مقامی نظام کو بین الاقوامی سطح پر مضبوط بناتی ہے۔ پرتگال کا مقامی حکومتوں کا یہ نظام ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ جب تک ہم اپنے شہریوں کے قریب ترین سطح پر بااختیار ادارے نہیں بنائیں گے عوامی مسائل کبھی حل نہیں ہوں گے۔ صوبوں کو مزید تقسیم کرنے یا نئی لکیریں کھینچنے کے بجائے اگر ہم بلدیاتی اداروں کو بااختیار بنادیں تو جمہوریت بھی مضبوط ہوگی اور عوام کا معیارِ زندگی بھی بہتر ہو گا۔

بیلباؤ میں مکمل الیکٹرک بائیک شیئرنگ سسٹم کا آغاز

بیلباؤ میڈرڈ اور زرگوزا کے بعد اسپین کا تیسرا شہر ہے جہاں مکمل الیکٹرک بائیک شیئرنگ نیٹ ورک قائم ہوا ہے

بیلباؤ: اسپین کے شہر بلبیاؤ نے اپنے عوامی بائیک شیئرنگ نظام "بیلباؤ بیزی" کو جدید شکل دیتے ہوئے مکمل طور پر برقی سائیکلوں پر مشتمل نیا نیٹ ورک متعارف کرادیا ہے، جس سے شہریوں کو مزید آسان اور ماحولیاتی طور پر محفوظ سفری سہولت میسر ہوگی۔ یہ منصوبہ آبسر ڈولا کے تعاون اور سرویکی انتظامیہ کے تحت چلایا جا رہا ہے، جس میں ابتدائی طور پر 790 برقی سائیکلیں اور 48 اسمارٹ چارجنگ اسٹیشن شامل کیے گئے ہیں۔ نظام میں ٹیکنالوجی کی فراہمی رلفٹ اربن سلوشنز نے کی ہے، جس نے اسے "بیلباؤ کا اگلی نسل کا الیکٹرک بائیک شیئر نیٹ ورک" قرار دیا ہے، جو ہزاروں شہریوں کے لیے قابلِ رسائی سفری سہولت فراہم کرے گا۔ شہر کے دشوار گزار علاقوں میں سائیکلنگ کو عملی اور عام شہریوں کے لیے قابلِ استعمال بنانے کے لیے مکمل برقی نظام متعارف کرایا گیا ہے۔ نئے چارجنگ اسٹیشن خودکار بیٹری ری چارجنگ کی سہولت فراہم کرتے ہیں، جس سے سروس وینز کی ضرورت کم ہو جائے گی اور اخراجات کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی آلودگی میں بھی کمی آئے گی۔ یہ بائیکیں موبائل ایپ کے ذریعے حاصل کی جاسکیں گی، جس کے ذریعے شہری سائیکل کو تلاش کرنے، ان لاک کرنے، سفر کو وقتی طور پر روکنے اور اپنے اکاؤنٹس کو منظم کرنے کے قابل ہوں گے۔ بیلباؤ، میڈرڈ اور زرگوزا کے بعد اسپین کا تیسرا شہر ہے جہاں مکمل الیکٹرک بائیک شیئرنگ نیٹ ورک قائم ہوا ہے۔ رلفٹ اربن سلوشنز کے مطابق یہ قدم "برقی سفری سہولتوں کی جانب بڑھتے عالمی رجحان" کی عکاسی کرتا ہے۔ یوجنہ کے تحت 2026 تک اس نیٹ ورک کو مزید وسعت دی جائے گی، جس میں 1,250 برقی سائیکلیں اور 68 چارجنگ اسٹیشن شامل ہوں گے، اور یہ نظام مزید علاقوں تک پھیلایا جائے گا۔ یہ نیا نظام بلبیاؤ کی وسیع تر ٹرانسپورٹ پالیسی کا حصہ ہے، جس میں کم اخراج والا زون اور "بلبیاؤ 30" ٹریفک کم کرنے کا منصوبہ شامل ہے۔ ان اقدامات کا مقصد نجی گاڑیوں پر انحصار کم کرنا، کاربن کے اخراج میں کمی لانا اور شہر کو زیادہ پُرسکون اور رہنے کے قابل بنانا ہے۔

جکارتہ میں خطے کا بڑا ماحولیاتی اجلاس

اجلاس میں خطے کے شہروں کے رہنماؤں، سرمایہ کاروں اور ترقیاتی اداروں نے شرکت کی

جکارتہ (انڈونیشیا): جکارتہ سٹی نے سی-40 سٹیز اور برطانوی حکومت کے تعاون سے "ساؤتھ ایشیا اربن کلائمیٹ ایکشن پروگرام" (UCAP) کا ریجنل اجلاس 23 سے 25 جولائی تک منعقد کیا۔ اس اجلاس میں خطے کے شہروں کے رہنماؤں، سرمایہ کاروں اور ترقیاتی اداروں نے شرکت کی تاکہ پائیدار شہری ترقی کے لیے ماحولیاتی منصوبوں اور سرمایہ کاری کو فروغ دیا جاسکے۔ اجلاس کے پہلے دن 100 سے زائد سرکاری نمائندے، عالمی تنظیموں، مالیاتی اداروں اور ترقیاتی بینکوں کے حکام شریک ہوئے۔ آئندہ دو دنوں میں ورکشاپس، مطالعاتی دورے اور اعلیٰ سطحی بات چیت بھی ہوگی تاکہ شہروں کو ماحولیاتی منصوبوں کی تیاری، سرمایہ کاری کے مواقع اور سرکاری و نجی شعبے سے روابط میں مدد مل سکے۔ افتتاحی تقریب کے دوران یہ اہم اعلان کیا گیا کہ جکارتہ "کلین انویسٹمنٹ ایکسیلریٹر" نامی عالمی اتحاد میں شامل ہو گیا ہے۔

اس اتحاد میں دنیا کے 21 بڑے شہر شامل ہیں جو فوسل فیول سے ہٹ کر ماحول دوست سرمایہ کاری کو فروغ دے رہے ہیں۔ گورنر جکارتہ پرامونو انونگ نے کہا کہ: "جکارتہ موسمیاتی مزاحمت اور توانائی کے صاف ذرائع کی طرف منتقلی میں قیادت کا کردار ادا کر رہا ہے۔ ہمارا مقصد جکارتہ کو ایک عالمی شہر بنانا ہے جو ماحول دوست، شمولیتی اور مالی طور پر مستحکم ہو۔" برطانوی سفیر ڈومینک جرمے نے کہا: "برطانیہ اس پروگرام کی معاونت پر فخر محسوس کرتا ہے۔ جکارتہ کا یہ قدم خطے کے دیگر شہروں کے لیے مثال ہے کہ ماحولیاتی سرمایہ کاری کوئی عیاشی نہیں بلکہ وقت کی ضرورت ہے۔" سی-40 کے ریجنل ڈائریکٹر مرالی رام نے کہا کہ اس پروگرام نے جکارتہ، کوالالمپور اور کیزون سٹی کو ماحول دوست اقدامات میں مدد دی ہے، جس سے توانائی اور تعمیرات کے شعبے میں کاربن کے اخراج میں کمی اور لوگوں کی زندگی میں بہتری آئے گی۔

خیبرپختونخوا حکومت کا 1500 پرائمری اسکولز نجی تنظیموں کے حوالے کرنے کا فیصلہ

حکام کا کہنا ہے کہ نجی تنظیموں کے ذریعے اسکولوں کا انتظام بہتر بنا کر اس بوجھ کو مؤثر طریقے سے کم کیا جاسکتا ہے

(پشاور) خیبرپختونخوا کے محکمہ ابتدائی وثانوی تعلیم نے صوبے میں کم داخلوں اور ناقص تعلیمی کارکردگی کے باعث 1500 سرکاری پرائمری اسکولز کو نجی تنظیموں کے حوالے کرنے کی منصوبہ بندی شروع کر دی ہے۔ اس اقدام کا مقصد اسکولوں میں داخلہ بڑھانا اور تعلیمی معیار بہتر بنانا ہے۔ محکمہ تعلیم کے حکام کے مطابق یہ اسکولز بالخصوص وہ ادارے ہیں جہاں طلبہ کی تعداد 40 یا اس سے کم ہے۔ ان اسکولز کو غیر منافع بخش تعلیمی اداروں اور تنظیموں کے سپرد کیا جائے گا تاکہ وہ بہتر انتظامات کے ساتھ انہیں چلا سکیں۔ یہ اقدام وزیراعلیٰ خیبرپختونخوا علی امین گنڈاپور کی ہدایات پر کیا جا رہا ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق صوبے میں اس وقت 4147 سرکاری پرائمری اسکول ایسے ہیں جہاں طلبہ کی تعداد 40 سے کم ہے۔ ان میں 2313 لڑکیوں اور 1834 لڑکوں کے اسکول شامل ہیں۔ ان میں سے 1500 اسکولز کو پہلے مرحلے میں منتخب کر کے نجی شعبے کے حوالے کیا جائے گا، جن میں 500 ضم شدہ اضلاع اور 1000 صوبے کے دیگر اضلاع میں واقع ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق ہزارہ ڈویژن میں 1443، بنوں ڈویژن میں 679، کوہاٹ ڈویژن میں 574، ڈیرہ اسماعیل خان ڈویژن میں 509، ملاکنڈ ڈویژن میں 475، پشاور ڈویژن میں 274 اور مردان ڈویژن میں 193 ایسے اسکول ہیں جہاں طلبہ کی تعداد کم ہے۔ اس مقصد کے لیے ہر ضلع میں کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں جن میں متعلقہ ڈپٹی کمشنر، ڈسٹرکٹ مانیٹرنگ آفیسر اور ایڈیشنل ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر شامل ہوں گے۔ یہ کمیٹیاں ان اسکولوں کا انتخاب کریں گی جو سب سے زیادہ موزوں ہوں۔ محکمہ تعلیم کے سیکرٹری محمد خالد کے مطابق، ''حکومت اسکول کی عمارت، طلبہ کی ٹیوشن فیس، مفت کتب اور چوکیدار فراہم کرے گی۔ اس اقدام سے اساتذہ کی ملازمتیں متاثر نہیں ہوں گی بلکہ انہیں دیگر سرکاری اسکولوں میں تعینات کر دیا جائے گا۔''

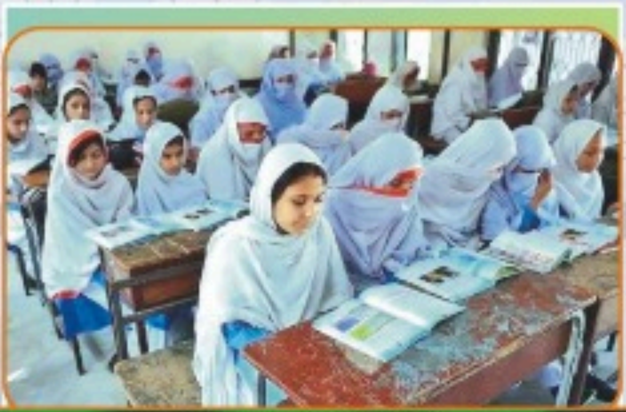

سرکاری دستاویزات کے مطابق نجی تنظیموں کے لیے کارکردگی کے اشاریے (Key Performance Indicators) وضع کیے جائیں گے جن کے تحت انہیں ایک سال کے اندر کم از کم 180 طلبہ کا اندراج لازمی کرنا ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ کارکردگی کا باقاعدہ جائزہ اور تھرڈ پارٹی کے ذریعے جانچ پڑتال کا نظام بھی بنایا جائے گا۔ اس وقت صوبے کے 34,784 سرکاری اسکولوں میں 59 لاکھ بچے زیر تعلیم ہیں جن میں 26.3 لاکھ بچیاں اور 33.1 لاکھ بچے شامل ہیں۔ تاہم 49 لاکھ بچے تاحال اسکولوں سے باہر ہیں۔ ماہرین تعلیم کے مطابق، فی الحال ایک سرکاری اسکول کے ہر طالب علم پر اوسط ماہانہ لاگت 4155 روپے ہے جبکہ پرائمری سطح پر یہ اخراجات 3517 روپے بنتے ہیں۔ حکام کا کہنا ہے کہ نجی تنظیموں کے ذریعے اسکولوں کا انتظام بہتر بنا کر اس بوجھ کو مؤثر طریقے سے کم کیا جاسکتا ہے۔ محکمہ تعلیم نے اعلان کیا ہے کہ ایک پروجیکٹ مینجمنٹ یونٹ (PMU) قائم کیا جائے گا جو نجی تنظیموں کے حوالے کیے جانے والے اسکولوں کے تمام معاملات کی نگرانی کرے گا۔

اقلیتوں کی محرومی میں اضافہ قومی یکجہتی کے لیے خطرہ، سیمینار میں اظہار خیال

(کراچی) پارلیمنٹیرینز کمیشن برائے انسانی حقوق (PCHR) نے کہا ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کو درپیش ''ساختیاتی محرومی'' (Structural Exclusion) ان میں بڑھتی ہوئی اجنبیت اور محرومی کا باعث بن رہی ہے، جس کے نتیجے میں قومی ہم آہنگی اور یکجہتی متاثر ہو رہی ہے۔ مقررین نے اس بات پر زور دیا کہ ملک کو قائداعظم محمد علی جناح کے 11 اگست 1947 کے تاریخی خطاب کے مطابق ایک ایسا معاشرہ بنانے کی ضرورت ہے جہاں مذہب ذاتی معاملہ ہو اور ہر شہری کو مساوی حقوق حاصل ہوں۔ جمعرات کو کراچی میں منعقدہ اجلاس میں PCHR کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر شفیق چوہدری نے کہا کہ آئین پاکستان شہریوں کے مساوی حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ آرٹیکل 25 شہریوں کو قانون کے تحت مساوات اور مساوی تحفظ دیتا ہے، آرٹیکل 27 ہر شہری کو سرکاری ملازمتوں میں برابر کا حق دیتا ہے، جبکہ آرٹیکل 36 اقلیتوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے ریاست کو خصوصی اقدامات کی پابند بناتا ہے۔ تاہم ان آئینی ضمانتوں کے باوجود اقلیتوں کو مساوی مواقع میسر نہیں، جس کی وجہ سے فوری عملی اقدامات ناگزیر ہیں۔ انہوں نے زور دیا کہ سپریم کورٹ کے 2014 کے تاریخی فیصلے (SMC No.1) پر اگر مکمل عمل درآمد کیا جاتا تو آج اقلیتوں کے مسائل میں خاطر خواہ کمی آچکی ہوتی۔ سندھ اسمبلی کے رکن مہیش کمار ہاسجانے خطاب میں کہا کہ اقلیتوں کے لیے مختص پانچ فیصد کوٹے پر عمل درآمد نہیں کیا جاتا اور 70 فیصد سے زائد آسامیاں خالی رہتی ہیں۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ زیادہ تر اقلیتی افراد کو محض صفائی ستھرائی کی ملازمتوں تک محدود کر دیا جاتا ہے، خواہ ان کی قابلیت کچھ بھی ہو۔ انہوں نے کہا کہ تعلیم کے شعبے میں بھی اقلیتوں کو امتیازی سلوک کا سامنا ہے۔ تقریباً 60 فیصد اقلیتی طلبہ نے بتایا کہ انہیں داخلے سے محروم رکھا گیا یا کلاس میں علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا۔ سندھ میں اقلیتی بچوں کی اسکول سے باہر شرح 44 فیصد ہے جو قومی اوسط 27 فیصد سے کہیں زیادہ ہے۔ پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کے صدر افضل بٹ نے کہا کہ اظہار رائے پر پابندیاں دراصل اقلیتوں سمیت تمام شہریوں کے حقوق کو متاثر کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک ایسا معاشرہ جہاں اختلافی آوازوں کو دبایا جائے، وہاں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ ممکن نہیں۔ نیشنل کمیشن فار جسٹس اینڈ پیس کے فادر شہزاد آشر نے کہا کہ حکومت نے اقلیتی امیدواروں کے لیے علیحدہ سی ایس ایس امتحان اور تیاری کورسز جیسے اقدامات کیے ہیں، لیکن ان اقدامات کو مستقل اور ادارہ جاتی بنانے کی ضرورت ہے تاکہ حقیقی شمولیت ممکن ہو سکے۔ مقررین نے زور دیا کہ جبری مذہب تبدیلی اور اقلیتوں پر تشدد جیسے واقعات اقلیتوں کا ریاستی اداروں پر اعتماد مزید کم کرتے ہیں۔ انہوں نے ڈاکٹر شہنواز کنبھار کے واقعے کا حوالہ دیا جو 2024 میں توہین مذہب کے الزام کے بعد مبینہ جعلی پولیس مقابلے میں جاں بحق ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اس اعتماد کے خلا کو صرف شفاف اور غیر جانبدار تحقیقات اور انصاف کی فراہمی سے ہی پر کیا جا سکتا ہے۔ شرکا نے میڈیا پر زور دیا کہ وہ اقلیتوں کے مسائل کو ذمہ داری سے اجاگر کرے اور ان کی مثبت خدمات کو نمایاں کرے تاکہ معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دیا جا سکے۔ مقررین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ شمولیت محض اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ نہیں بلکہ ایک مضبوط، منصفانہ اور متحد پاکستان کی بنیاد ہے۔

Coalition of Concerned Citizens

متحدہ شہری محاذ پاکستان

نئے صوبے۔ پاکستان کا نیا سویرا!

قریب تر حکومت، تیز تر ترقی، روشن مستقبل

- عوامی نمائندگی آپ کے دروازے پر
- وسائل کی منصفانہ تقسیم
- روزگار اور نئے مواقع کی فراہمی
- تعلیم، صحت اور سہولیات کی آسان رسائی

مضبوط پاکستان کے لئے نئے صوبے ضروری ہیں

نیا صوبہ۔ آپ کیلئے، آپکے کل کیلئے

www.citizens.pk

KWSSIP PHASE-2

Launching Now!

Building on the success of Phase-1, Karachi Water & Sewerage Services Improvement Project enters its next chapter — delivering **better water, improved sewerage, and a healthier city.**

Together, we move towards a **cleaner, greener, and more sustainable Karachi.**

KWSSIP | Karachi Water and Sewerage Services Improvement Project

/kwssip

www.kwssip.gos.pk

KWSSIP - Securing Water, Shaping Future.